ماہنامہ

اشراق

لاہور

اکتوبر ۲۰۱۵ء

زیر سرپرستی

جاوید احمد غامدی

”...تکفیر کے لیے اتمام حجت ضروری ہے اور یہ صرف خدا ہی جانتا اور وہی بتا سکتا ہے کہ کسی شخص یا گروہ پر فی الواقع اتمام حجت ہو گیا ہے اور اب ہم اُس کو کافر کہہ سکتے ہیں۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد یہ حق اب کسی فرد یا گروہ کو بھی حاصل نہیں رہا کہ وہ کسی شخص کو کافر قرار دے۔“

— مقامات

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

فہرست

اس شمارے میں

اس شمارے میں | نعیم احمد | ۴

قرآنیات

البیان: الحجر ۱۵: ۱-۲۵ (۱) | جاوید احمد غامدی | ۷

معارف نبوی

نیکی میں تعاون | معز امجد / شاہد رضا | ۱۲

مقامات

مسلم اور غیر مسلم | جاوید احمد غامدی | ۱۸

مقالات

مذاہب پر غور کا طریقہ | امام حمید الدین فراہی | ۲۰

شیعہ سنی فسادات کا مسئلہ | امین احسن اصلاحی | ۲۵

سیر و سوانح

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ (۳) | محمد وسیم اختر مفتی | ۲۸

نقطۂ نظر

بعد از موت (۹) | رضوان اللہ | ۳۳

پولیو ویکسینیشن مہم سے دشمنی | ڈاکٹر خالد ظہیر / رانا معظم صفدر | ۳۹

یسئلون

غلاف کعبہ کی شرعی حیثیت اور اس کی تعظیم کے حدود | امین احسن اصلاحی | ۴۳

حروف مقطعات پر تشدید | رضوان اللہ | ۴۸

ادبیات

غزل | جاوید احمد غامدی | ۴۹

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

نعیم احمد

''قرآنیات'' میں جناب جاوید احمد غامدی صاحب کا ترجمۂ قرآن ''البیان'' شائع کیا گیا ہے۔ یہ قسط سورۂ حجر (۱۵) کی آیات ۱-۲۵ کے ترجمہ اور حواشی پر مشتمل ہے۔ان آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے اس کتاب کو اتارنے کا مقصد واضح فرمایا ہے۔حضرت موسیٰ کی بعثت اور ان کا اپنی قوم کو ایمان کی روشنی کی طرف لانا بیان ہوا ہے۔نیز شرکیہ عقائد و نظریات کے باطل ہونے کا ذکر اور توحید کی حقانیت واضح فرمائی ہے۔

''معارف نبوی'' کے تحت شاہد رضا صاحب کے مضمون ''نیکی میں تعاون'' میں ذکر ہے کہ کسی کا نیکی کے کام میں تعاون بھی نیکی کرنے کے زمرے میں شامل ہے۔ یہ معز امجد صاحب کے ایک انگریزی مضمون کا اردو ترجمہ ہے۔

''مقامات'' میں جناب جاوید احمد غامدی صاحب کا مضمون ''مسلم اور غیر مسلم'' اس اشاعت میں شامل ہے۔اس مضمون میں انھوں نے مسلم اور غیر مسلم کا فرق اور کسی کو کافر کہنے یا قرار دینے کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔

''مقالات'' میں امام حمید الدین فراہی صاحب کا مضمون ''مذاہب پر غور کا طریقہ'' شامل اشاعت ہے۔اس میں انھوں نے مذاہب پر غور کرنے اور ان کے بارے میں جاننے کے لیے چند نکات بیان کیے ہیں۔اسی کے تحت امام امین احسن اصلاحی صاحب نے اپنے مضمون ''شیعہ سنی فسادات کا مسئلہ'' میں محرم الحرام کے مہینے میں ہونے والے فسادات کے محرکات اور ان کے سد باب کا ذکر کیا ہے۔

''سیر و سوانح'' کے تحت محمد وسیم اختر مفتی صاحب نے اپنے مضمون کے تیسرے حصے میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں گزرے ہوئے وقت اور فیض تربیت کا ذکر کیا ہے۔

''نقطۂ نظر'' کے تحت رضوان اللہ صاحب نے اپنے مضمون ''بعد از موت'' کے نویں حصے میں ان ذہنی اور جسمانی سزاؤں کا ذکر کیا ہے جو دوزخ میں مجرموں کو دی جائیں گی۔اسی کے تحت رانا معظم صفدر صاحب نے اپنے مضمون میں پولیو ویکسینیشن کی افادیت کا ذکر اور اس کی مخالفت میں لوگوں کے ذہنوں میں پائے جانے والے تاثر کو زائل کیا

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ہے۔ یہ ڈاکٹر خالد ظہیر صاحب کے انگریزی مضمون ''Hostility to Polio Vaccine'' کا اردو ترجمہ ہے۔

''یسئلون'' میں مولانا اصلاحی صاحب سے پوچھا گیا یہ سوال نقل کیا گیا ہے کہ غلاف کعبہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ دوسرے اس کی تعظیم و احترام کے حدود کیا ہیں؟ اسی کے تحت حروف مقطعات پر تشدید کے بارے میں رضوان اللہ صاحب سے پوچھا گیا سوال شائع کیا گیا ہے۔

''ادبیات'' میں جاوید احمد غامدی صاحب کی ایک غزل شامل اشاعت ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورة الحجر

(۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓرٰ تِلۡكَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ وَقُرۡاٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱﴾ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ کَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۲﴾ ذَرۡھُمۡ یَاۡکُلُوۡا وَیَتَمَتَّعُوۡا وَیُلۡھِھِمُ الۡاَمَلُ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳﴾

۲

اللہ کے نام سے جو سراسر رحمت ہے، جس کی شفقت ابدی ہے۔

یہ سورۂ 'الٓرٰ' ہے[47]۔ یہ کتاب الٰہی اور قرآن مبین[48] کی آیتیں ہیں۔ وہ دن بھی آئیں گے، جب یہ منکرین تمنا کریں گے کہ کاش، ہم مسلمان ہوتے۔ اِنھیں چھوڑو، یہ کھائیں پییں، مزے کریں اور اِن کی آرزوئیں اِنھیں بھلاوے میں ڈالے رکھیں۔ پھر یہ عنقریب جان لیں گے۔ (یہ عذاب کے لیے جلدی

۴۷؎ اِس نام کے معنی کیا ہیں؟ اِس کے متعلق ہم اپنا نقطۂ نظر سورۂ بقرہ (۲) کی آیت ۱ کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

۴۸؎ اصل الفاظ ہیں: 'تِلۡكَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ وَقُرۡاٰنٍ مُّبِیۡنٍ'۔ اِن میں 'وَ' تفسیر کی ہے اور قرآن کی تنکیر تفخیم شان کے لیے ہے۔ لفظ 'مُبِیۡن' استدلال کے محل میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کلام جو اِن کو سنایا جا رہا ہے، یہ حقائق کو اِس طرح مبرہن کر دینے والا ہے کہ اِس کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ اِس کا بیان ہی اِس کی صداقت کی دلیل بن جاتا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وَمَآ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ ﴿۴﴾ مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ﴿۵﴾ وَقَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۶﴾ لَوۡ مَا تَاۡتِيۡنَا بِالۡمَلٰٓئِكَةِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۷﴾ مَا نُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَمَا كَانُوۡۤا اِذًا مُّنۡظَرِيۡنَ ﴿۸﴾ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴿۹﴾ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ فِىۡ شِيَعِ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۰﴾ وَمَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ

نہ مچائیں)۔ ہم نے جس بستی کے لوگوں کو بھی ہلاک کیا ہے، اُس کے لیے ایک مقرر نوشتہ رہا ہے۔ کوئی قوم نہ اپنے مقرر وقت سے آگے بڑھتی ہے نہ پیچھے ہٹتی ہے۔ (اِنھیں بھی یہ مہلت اِسی بنا پر دی گئی تو) اِنھوں نے کہہ دیا کہ اے وہ شخص جس پر یہ یاد دہانی اتاری گئی ہے، تم یقیناً دیوانے ہو[۴۹]۔ اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لے آتے؟ ہم فرشتوں کو صرف فیصلے کے ساتھ اتارتے ہیں[۵۰] اور (جب وہ اتارے جائیں گے تو) اُس وقت اِنھیں مہلت نہیں دی جائے گی۔ (یہ قرآن کا مذاق اڑاتے ہیں۔ تم مطمئن رہو، اے پیغمبر)، اِس میں شبہ نہیں کہ یہ یاد دہانی خود ہم نے اتاری ہے اور ہم ہی اِس کے نگہبان ہیں[۵۱]۔ ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سی گزری ہوئی قوموں میں اپنے رسول بھیجے تھے۔ (اُن کا طریقہ بھی

۴۹؎ یہ بات وہ طنزیہ انداز میں اور اِس معنی میں کہتے تھے کہ تم ہمیں عذاب کی وعیدیں سناتے اور اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لیے فوز و فلاح کے دعوے کرتے ہو، یہ سب تمھارا خبط ہے اور اسی خبط میں تم اِس طرح کی باتیں بھی کرنے لگے ہو کہ تم پر وحی آتی ہے اور فرشتے اترتے ہیں۔

۵۰؎ یعنی اُس وقت اتارتے ہیں، جب کسی قوم کا فیصلہ چکا دینے کا ارادہ کر لیا جاتا ہے۔ اُس وقت صرف فیصلہ چکایا جاتا ہے، یہ مہلت نہیں دی جاتی کہ فرشتوں کو دیکھ رہے ہو تو اب ایمان لے آؤ۔

۵۱؎ مطلب یہ ہے کہ اِن کی یاد دہانی کے لیے یہ قرآن تم اپنی طرف سے تصنیف کر کے نہیں لائے ہو۔ یہ ہم نے اتارا ہے اور تمھاری طرف سے بغیر کسی تمنا اور طلب کے اتارا ہے، اِس لیے اِس کی حفاظت بھی ہم ہی کریں گے۔ یہ اِس کو یا اِس کی دعوت کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ قرآن کے بارے میں یہ اُسی طرح کا وعدہ ہے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا ہے کہ 'وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ*'۔ یہ وعدہ حرف بہ حرف

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۱۱﴾ کَذٰلِكَ نَسۡلُکُهٗ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۲﴾ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ
وَقَدۡ خَلَتۡ سُنَّةُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوۡ فَتَحۡنَا عَلَیۡهِمۡ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوۡا فِیۡهِ
یَعۡرُجُوۡنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوۡۤا اِنَّمَا سُکِّرَتۡ اَبۡصَارُنَا بَلۡ نَحۡنُ قَوۡمٌ مَّسۡحُوۡرُوۡنَ ﴿۱۵﴾
وَلَقَدۡ جَعَلۡنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوۡجًا وَّزَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیۡنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظۡنٰهَا مِنۡ کُلِّ
شَیۡطٰنٍ رَّجِیۡمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسۡتَرَقَ السَّمۡعَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۸﴾

یہی تھا کہ) اُن کے پاس جو رسول بھی آیا، وہ اُس کا مذاق اڑاتے رہے۔ہم اِس طرح کے مجرموں کے دل میں اِس (دعوت) کو اِسی طرح (تیر و نشتر بنا کر) اتارتے ہیں۔ یہ اِس پر ایمان نہ لائیں گے۔ اِن کے اگلوں سے یہی طریقہ چلا آ رہا ہے۔ہم اِن پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیتے جس میں یہ چڑھنے لگتے، تب بھی یہی کہتے کہ ہماری آنکھیں دھندلا گئی ہیں، بلکہ ہم سب لوگوں پر جادو کر دیا گیا ہے۔۱-۱۵

(یہ دیکھیں تو سہی)، ہم نے آسمان میں مضبوط قلعے بنائے ہیں[۵۲] اور اُس کو دیکھنے والوں کے لیے رونق دی ہے اور ہر شیطان مردود[۵۳] (کی دراندازی) سے اُس کو محفوظ کر دیا ہے، الّا یہ کہ سن گن لینے کے لیے چوری چھپے کوئی کان لگائے۔ پھر ایک روشن شعلہ اُس کا تعاقب کرتا ہے[۵۴]۔۱۶-۱۸

پورا ہوا اور قرآن کے خلاف اُس کے دشمنوں کی تمام تدبیریں ناکام ہو گئیں۔ وہ نہ کسی کے مٹائے مٹ سکا، نہ دبائے دب سکا، نہ اُس کی قدر و منزلت میں کوئی کمی آئی، نہ اُس کی دعوت میں کوئی رکاوٹ ڈالی جا سکی اور نہ اُس میں تحریف اور ردوبدل کرنے کی کوئی کوشش کبھی کامیاب ہو سکی۔ وہ جس طرح دیا گیا، ٹھیک اُسی طرح دنیا کو منتقل ہو گیا۔ یہاں تک کہ اب اُس کے خلاف کچھ کرنا کسی کے لیے ممکن ہی نہیں رہا۔

۵۲؎ اِس سے مراد وہ آسمانی قلعے ہیں جن میں خدا کے ملائکہ اور کروبیوں کی فوجیں اُن سرحدوں کی حفاظت کے لیے ہمہ وقت مامور رہتی ہیں جن سے آگے کسی جن یا انسان کو بڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

۵۳؎ اصل میں لفظ 'رَجِیۡم' آیا ہے۔ شیطان کے لیے یہ صفت اُس سنگ باری کا ہدف بن جانے کی رعایت

---

* المائدہ ۵: ۶۷۔ ''اللہ اِن لوگوں سے تمھاری حفاظت کرے گا۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾
وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا
خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾

ہم نے زمین کو بچھایا، (اُس کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے) اُس میں پہاڑوں کے لنگر ڈال دیے، ہر قسم کی چیزیں ایک تناسب کے ساتھ اُس میں اگا دیں اور اُس میں تمھاری معیشت کے اسباب بھی فراہم کر دیے اور اُن کی معیشت کے بھی جنھیں تم روزی نہیں دیتے[۵۵]۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں، لیکن اُس کو ہم ایک معین اندازے ہی سے اتارتے ہیں[۵۶]۔ ۱۹-۲۱

سے آئی ہے جس کا ذکر آگے ہوا ہے۔

۵۴؎ اِس سے غالباً وہی شعلے مراد ہیں جنھیں ہم اپنی اصطلاح میں شہاب ثاقب کہتے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ تم پیغمبر سے معجزے مانگتے ہو۔ رات کو کبھی کھلے میدان میں کھڑے ہو کر آسمان پر نظر ڈالو، اُس کی وسعتوں میں چمکتے ہوئے تارے اور اُن سے ٹوٹتے ہوئے شہاب تمھارے سامنے خدا کی عظمت اور اُس کے جلال و جمال کا ایسا منظر پیش کریں گے کہ حیران و ششدر ہو کر رہ جاؤ گے اور بے اختیار پکار اٹھو گے کہ 'رَبَّنَا، مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا'*۔ اِس سے ضمناً یہ بات بھی واضح ہوئی کہ خدا کی بات صرف اُس کے ملائکہ لا سکتے ہیں، اُسے کوئی جن یا انسان زمین سے صعود کر کے اور ملاء اعلیٰ کے حدود میں داخل ہو کر اپنے طور پر حاصل نہیں کر سکتا۔ جو کاہن، جوگی، عامل اور صوفی اِس کے دعوے کرتے ہیں، وہ سب فریب نفس میں مبتلا ہیں۔ اُن کے علوم اور ذرائع، سب زمینی ہیں اور اُن کی مدد سے وہ اتنا ہی جان سکتے ہیں، جتنا زمین کے حدود میں پہنچا دیا گیا ہے۔

۵۵؎ اصل الفاظ ہیں: 'وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ'۔ اِن میں حرف جر کو عربیت کے قاعدے سے ایک جگہ حذف کر دیا ہے۔ چنانچہ 'مَنْ لَّسْتُمْ' درحقیقت 'وَلِمَنْ لَّسْتُمْ' ہے۔ ہم نے ترجمہ اِسی کے لحاظ سے کیا ہے۔

۵۶؎ یہاں اور اِس سے پہلے اندازے اور تناسب کے ذکر سے جس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے، وہ یہ ہے کہ

---

* آل عمران ۳: ۱۹۱۔ ''پروردگار، تو نے یہ سب بے مقصد نہیں بنایا ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَ مَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾

ہم ہی ہواؤں کو بارآور بنا کر چلاتے ہیں۔ پھر آسمان سے پانی برساتے ہیں اور تمھیں اُس سے سیراب کردیتے ہیں۔ تم اُس کے یہ ذخیرے جمع کر کے نہیں رکھ سکتے تھے۔۲۲

(چنانچہ) کچھ شک نہیں کہ ہم ہی زندہ کرتے اور ہم ہی مارتے ہیں اور سب کے وارث بھی ہم ہی ہیں[57]۔ ہم اُن کو بھی جانتے ہیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور اُن کو بھی جانتے ہیں جو بعد میں آنے والے ہیں۔ یقیناً تمھارا پروردگار ہی ہے جو (ایک دن) اِن سب کو اکٹھا کر لے گا۔ اِس لیے کہ وہ حکیم و علیم ہے[58]۔۲۳-۲۵

خدا کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے، لیکن وہ اُن میں سے اتنا ہی اتارتا ہے، جتنا زمین پر انسان کے قیام و بقا اور آرام و راحت کے لیے ضروری ہے۔ وہ علیم و حکیم ہے اور خوب جانتا ہے کہ اگر کوئی ایک چیز بھی حد مطلوب سے تجاوز کر جائے تو پورا نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔

۵۷؎ یعنی ہم ہی باقی رہ جائیں گے اور سب کو آنا بھی ہمارے پاس ہی ہے۔ اگر کسی نے کسی اور سے کوئی امید باندھ رکھی تو اِس وہم سے نکل آئے، اِس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

۵۸؎ مطلب یہ ہے کہ حکیم ہے، اِس لیے لازماً ایک روز جزا لائے گا اور علیم بھی ہے، اِس لیے نہ اُس سے کوئی چھپ سکتا ہے اور نہ وہ کسی کے عمل سے بے خبر ہے۔

[باقی]

معز امجد
ترجمہ وتدوین: شاہد رضا

نیکی میں تعاون

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

رُوِیَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ جَھَّزَ غَازِیًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِیًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِخَیْرٍ فَقَدْ غَزَا.

وَ رُوِیَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِلْغَازِیْ أَجْرُہُ وَ لِلْجَاعِلِ أَجْرُہُ وَ أَجْرُ الْغَازِیْ.

روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ کی راہ میں جنگ کرنے والے کی (اس جنگ کی) تیاری میں مدد کی[1]، وہ ایسے ہی ہے، جیسے وہ خود اس جنگ میں شریک ہوا[2]۔ اور جو شخص خیر خواہانہ طریقے پر اللہ کی راہ میں جنگ کرنے والے کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کے لیے پیچھے رہا[3]، وہ ایسے ہی ہے، جیسے وہ خود اس جنگ میں شریک ہوا[4]۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اللہ کی راہ میں) جنگ کرنے والے کو اس (کے جنگ کرنے) کا اجر ملے گا، اور جس شخص نے (اللہ کی راہ میں) جنگ کرنے والے کی (اس جنگ کی) تیاری میں مدد کی، اسے اس کو تیار کرنے اور (اللہ کی راہ میں) جنگ کرنے والے کا

اجر ملے گا۔[5]

حواشی کی توضیح

۱۔قرآن مجید نے ہمیں اس بات کا حکم فرمایا ہے کہ ہم فلاحی اور نیکی کے کاموں میں دوسرے لوگوں کے ساتھ وسیع پیمانے پر تعاون کریں۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرنے والے کی اس جنگ کی تیاری میں مدد کرنا بھی اسی طرح کے تعاون کی ایک واضح عملی دلیل ہے۔

۲۔اگر کوئی شخص کسی سبب سے کسی خاص نیک عمل میں بذات خود شریک نہ ہو سکے،تو وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ تعاون اور مدد کے ذریعے سے اس نیک عمل میں شریک ہو سکتا ہے۔

۳۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا گھر اور اہل خانہ کو چھوڑنے والے کے ساتھ تعاون کا ایک اور پہلو اس کے پیچھے اس کے اہل خاندان کی نگرانی اور دیکھ بھال کرنا اور اس کے فرائض کی ادائیگی میں اس کی مدد کرنا ہے۔اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام لوگوں کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شرکت کی شدید خواہش رکھتے تھے،مگر اپنے حالات کے سبب سے اس کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو حکم فرمایا ہے کہ جو لوگ ان منکرین کے خلاف جنگ میں شریک ہونا چاہتے ہیں،وہ اس جنگ کے لیے اپنا گھر بار ترک کرنے والوں کی مدد کر کے اس میں شریک ہو سکتے ہیں۔اس طرح کے تعاون سے وہ بذات خود شریک ہونے والوں کی طرح اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔

۴۔اس روایت کے مختلف متون اس بات کی اعلیٰ مثال مہیا کرتے ہیں کہ رواۃ کی جانب سے ایک معمولی غلط فہمی سے ایک روایت کا مفہوم کس طرح بدل جاتا ہے۔جیسا کہ وضاحت کی گئی،اس روایت کے متون کی وضاحت مجموعی تعلیمات اسلامیہ کے مطابق ہونی چاہیے۔تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی مرحلے میں مفہوم میں معمولی تبدیلی در آئی ہے،اور اس روایت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ جس شخص کے حالات اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ کوئی نیک کام کر سکے،وہ اب بھی اس کام کی تکمیل میں دوسرے لوگوں کے ساتھ تعاون اور مدد کے ذریعے سے شریک ہو سکتا ہے،یہ ایک غلط تاویل ہے کہ نیکی میں مدد کرنے والے اور بذات خود اس پر عمل کرنے والے کا اجر و ثواب یکساں ہے۔چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ صحیح ابن حبان،رقم ۴۶۳۰،جو کہ بعد میں پیش کی جائے گی،میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔اس میں غلط فہمی کا بہت زیادہ امکان ہے۔بہر حال،قرآن مجید

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

اور اس باب کی دیگر روایات کی روشنی میں اس روایت کے متن پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحیح ابن حبان، رقم ۴۶۳۰ اور اس طرح کی دیگر روایات کسی حد تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل ارشاد کا غلط تصور پیش کرتی ہیں۔

قرآن مجید ہمیں واضح طور پر حکم دیتا ہے کہ ایک خاص نیک کام میں کسی شخص کا اجر حالات کے ساتھ مختلف ہو سکتا ہے، جیسا کہ اس کی جد و جہد، مقصد میں سنجیدگی اور توجہ سے اجر مختلف ہوتا ہے۔ چنانچہ نتائج کے اعتبار سے دو مختلف افراد کی طرف سے کیے گئے اسی طرح کے نیک عمل کا اجر و ثواب مختلف ہو سکتا ہے۔ یہ بات بھی بالبداہت واضح ہے کہ نیکی پر عمل کرنا ـــــ خاص طور پر اللہ کی راہ میں جنگ جیسا عمل ـــــ اور نیکی میں تعاون کرنا، دونوں کو عام حالات میں اہمیت اور نتائج کے اعتبار سے اجر میں برابر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ان اصول اور اوپر بیان کی گئی روایت کے متن کی روشنی میں ان روایات پر تدبر کی نگاہ سے غور کرے تو اس بات کا قوی امکان معلوم ہوتا ہے کہ ان مسخ شدہ متون کو روایت کرنے والے ایک یا زیادہ راویوں کی ایک چھوٹی سی غلط فہمی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل ارشاد کا مفہوم ہی بدل گیا ہے۔

۵۔ دوسری روایت بھی اسی طرح کے مضمون کی حامل ہے، جس طرح کے مضمون کی حامل پہلی روایت ہے۔ تاہم دوسری روایت اللہ کی راہ میں بذات خود جنگ کرنے والے اور اس کی تیاری میں مدد و حمایت کرنے والے کے اجر و ثواب کے حوالے سے ایک اور اہم پہلو کی وضاحت کرتی ہے۔ جہاں تک بہ نفس نفیس جنگ کرنے والے کے اجر کا تعلق ہے، تو یہ بات تو بالکل واضح ہے اور اس کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک جنگ کرنے والے کی مدد کرنے والے کا تعلق ہے، تو اسے نہ صرف جنگ کرنے والے کو تیار کرنے کی نیکی کا اجر ملے گا، بلکہ اسے اس کے ان تمام اعمال کا بھی اجر ملے گا جو جنگ کرنے والے نے اس سے سیکھے یا جن میں اس نے اس کے ساتھ تعاون کیا ہے۔ جنگ کرنے والے کے اعمال میں شراکت اس اصول پر مبنی ہے کہ جس شخص سے لوگ اچھے اور برے اعمال سیکھیں گے، ان کے سبب سے اسے جزا یا سزا ملے گی۔

متون

پہلی روایت بعض اختلافات کے ساتھ بخاری، رقم ۲۶۸۸؛ مسلم، رقم ۱۸۹۵ الف، ۱۸۹۵ ب؛ ابوداؤد، رقم ۲۵۰۹، ۲۵۲۶؛ ترمذی، رقم ۱۶۲۸-۱۶۳۱؛ نسائی، رقم ۳۱۸۱؛ ابن ماجہ، رقم ۲۷۵۸-۲۷۵۹؛ احمد، رقم ۱۲۶، ۳۷۶، ۶۶۲۴،

۱۷۰۷۴، ۱۷۰۸۰، ۱۷۰۸۵-۱۷۰۸۶، ۱۷۰۹۷، ۱۷۶۲۳؛ ابن حبان، رقم ۴۶۲۸، ۴۶۳۰-۴۶۳۳؛ بیہقی، رقم ۷۹۲۶-۷۹۲۹، ۱۷۶۱۹، ۱۷۷۱۸، ۱۸۳۵۱-۱۸۳۵۲؛ مسند حمیدی، رقم ۸۱۸؛ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۴۳۳۰، ۴۳۸۹-۴۳۹۰؛ دارمی، رقم ۲۴۱۹ اور ابن ابی شیبہ، رقم ۱۹۵۵۳، ۱۹۵۵۵ میں روایت کی گئی ہے۔

دوسری روایت ابوداؤد، رقم ۲۵۲۶؛ احمد، رقم ۶۶۲۴ اور بیہقی، رقم ۱۷۶۲۳ میں روایت کی گئی ہے۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۹۵ میں 'فی سبیل اللّٰہ' (اللہ کی راہ میں) اور 'بخیر' (خیرخواہانہ طریقے پر) کے الفاظ محذوف ہیں۔

بعض روایات، مثلاً ابوداؤد، رقم ۲۵۰۹ میں 'و من خلف غازیًا' (جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرنے والے کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کے لیے پیچھے رہا) کے الفاظ کے بجائے 'و من خلفه' (جو شخص اس کے پیچھے رہا) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

ترمذی، رقم ۱۶۲۹ میں یہ روایت درج ذیل الفاظ میں روایت کی گئی ہے:

من جهز غازيًا فی سبيل اللّٰه أو خلفه فی أهله فقد غزا.

''جس شخص نے اللہ کی راہ میں جنگ کرنے والے کی (اس جنگ کی) تیاری میں مدد کی یا اس کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کے لیے اس کے پیچھے رہا، وہ ایسے ہی ہے، جیسے وہ خود اس جنگ میں شریک ہوا۔''

بعض روایات، مثلاً ابن حبان، رقم ۴۶۳۰ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مختلف الفاظ میں روایت کیا گیا ہے۔ وہ الفاظ اس طرح ہیں:

من جهز غازيًا فی سبيل اللّٰه أو خلفه فی أهله كتب له مثل أجره حتى إنه لاينقص من أجر الغازی شیء.

''جس شخص نے اللہ کی راہ میں جنگ کرنے والے کی (اس جنگ کی) تیاری میں مدد کی یا اس کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کے لیے اس کے پیچھے رہا، اسے جنگ لڑنے والے کے برابر اجر ملے گا، یہاں تک کہ اس جنگ لڑنے والے کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔''

بعض روایات، مثلاً ابن حبان، رقم ۴۶۳۲ میں روایت کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من جهز غازيًا فله مثل أجره و من خلف غازيًا فی أهله فله مثل أجره.

''جس شخص نے (اللہ کی راہ میں) جنگ کرنے والے کی (اس جنگ کی) تیاری میں مدد کی، اسے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جنگ لڑنے والے کے برابر اجر ملے گا، اور جو شخص (اللہ کی راہ میں) جنگ کرنے والے کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کے لیے اس کے پیچھے رہا، اسے بھی جنگ لڑنے والے کے برابر اجر ملے گا۔''

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۴۷۰۷ا سے معلوم ہوتا ہے کہ راویوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ارشادات کو ایک ہی مضمون کے حامل ہونے کے سبب سے ایک ہی روایت میں جمع کر دیا ہے۔ وہ روایت درج ذیل ہے:

من فطر صائمًا كتب له مثل أجره إلا أنه لاينقص من أجر الصائم شيء و من جهز غازيًا في سبيل الله أو خلفه في أهله كتب له مثل أجره إلا أنه لاينقص من أجر الغازي شيء.

''جس شخص نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا، اس کے لیے روزہ دار کے برابر اجر لکھ دیا جائے گا، مگر روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی، اور جس شخص نے اللہ کی راہ میں جنگ کرنے والے کی (اس جنگ کی) تیاری میں مدد کی یا اس کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کے لیے اس کے پیچھے رہا، اس کے لیے بھی جنگ لڑنے والے کے برابر اجر لکھ دیا جائے گا، مگر جنگ لڑنے والے کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بیہقی، رقم ۷۹۲۷ میں 'من فطر صائمًا كتب له مثل أجره إلا أنه لاينقص من أجر الصائم شيء' (جس شخص نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا، اس کے لیے روزہ دار کے برابر اجر لکھ دیا جائے گا، مگر روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی) کے الفاظ کے بجائے ان کے مترادف الفاظ 'من فطر صائمًا كان له مثل أجره لاينقص من أجره شيئًا' (جس شخص نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا، اس کے لیے روزہ دار کے برابر اجر ہے، روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی) روایت کیے گئے ہیں، جبکہ 'كتب له مثل أجره، إلا أنه لاينقص من أجر الغازي شيء' (اس کے لیے جنگ لڑنے والے کے برابر اجر لکھ دیا جائے گا، مگر جنگ لڑنے والے کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی) کے الفاظ کے بجائے ان کے مترادف الفاظ 'كان له مثل أجره لاينقص من أجره شيئًا' (اس کے لیے جنگ لڑنے والے کے برابر اجر ہے، جنگ لڑنے والے کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی) روایت کیے گیے ہیں۔

بیہقی، رقم ۷۹۲۸ میں روایت کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من جهز غازيًا أو خلفه في أهله أو فطر صائمًا فله مثل أجره من غير أن ينقص من أجره شيئًا.

’’جس شخص نے (اللہ کی راہ میں) جنگ کرنے والے کی (اس جنگ کی) تیاری میں مدد کی یا اس کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کے لیے اس کے پیچھے رہا یا اس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا، اس کے لیے اسی کے برابر اجر ہے، اس کے اجر میں کچھ کمی کیے بغیر۔‘‘

بیہقی، رقم ۷۹۲۹ میں گذشتہ روایت قدرے مختلف الفاظ، یعنی ’من فطر صائمًا أو جهز غازيًا فله مثل أجره‘ (جس شخص نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا یا (اللہ کی راہ میں) جنگ کرنے والے کی (اس جنگ کی) تیاری میں مدد کی، اس کے لیے اسی کے برابر اجر ہے) کے الفاظ میں روایت کی گئی ہے۔

السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۳۳۳۰ میں روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من جهز غازيًا أو حاجًّا أو خلفه في أهله أو فطر صائمًا كان له مثل أجره من غير أن ينقص من أجورهم شيء.

’’جس شخص نے (اللہ کی راہ میں) جنگ کرنے والے کی مدد کی یا حاجی کی مدد کی یا اس کے اہل خانہ کی دیکھ بھال کے لیے اس کے پیچھے رہا یا اس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا، اس کے لیے اسی کے برابر اجر ہے، ان کے اجروں میں کمی کیے بغیر۔‘‘

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جاوید احمد غامدی

مسلم اور غیر مسلم

اسلام کے سوا باقی تمام ادیان کے ماننے والوں کو غیر مسلم کہا جاتا ہے۔ یہی تعبیر اُن لوگوں کے لیے بھی ہے جو کسی دین یا مذہب کو نہیں مانتے۔ یہ کوئی تحقیر کا لفظ نہیں ہے، بلکہ محض اِس حقیقت کا اظہار ہے کہ وہ اسلام کے ماننے والے نہیں ہیں۔ اِنھیں بالعموم کافر بھی کہہ دیا جاتا ہے، لیکن ہم نے اپنی کتابوں میں بہ دلائل واضح کر دیا ہے کہ تکفیر کے لیے اتمام حجت ضروری ہے اور یہ صرف خدا ہی جانتا اور وہی بتا سکتا ہے کہ کسی شخص یا گروہ پر فی الواقع اتمام حجت ہو گیا ہے اور اب ہم اُس کو کافر کہہ سکتے ہیں۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد یہ حق اب کسی فرد یا گروہ کو بھی حاصل نہیں رہا کہ وہ کسی شخص کو کافر قرار دے۔

یہی معاملہ اُن لوگوں کا ہے جو اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لیں یا سرے سے لامذہب ہو جائیں۔ اُن کے بارے میں بھی اِس کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ غیر مسلم ہو گئے ہیں۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ کسی پیدایشی مسلمان پر اسلام کی حقانیت کس قدر واضح تھی، اِس کے بارے میں پورے یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ چیز خدا ہی کے جاننے کی ہے اور وہی دلوں کے احوال سے واقف ہے۔ ہم جس چیز کو نہیں جانتے، اُس پر حکم لگانے کی جسارت بھی ہم کو نہیں کرنی چاہیے۔ ہمارا کام یہی ہے کہ ہمیں اگر خدا نے اپنے دین کا کچھ علم دیا ہے تو ہم لوگوں کو توحید اور شرک اور اسلام اور کفر کا فرق سمجھائیں اور اُن کے لیے دین کے حقائق کی وضاحت کرتے رہیں۔ اِس سے آگے لوگوں کے کفر و ایمان اور اُن کے لیے جنت اور جہنم کے فیصلے کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ یہ خدا کا کام ہے اور اِسے خدا ہی کے سپرد رہنا چاہیے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اِس کے بعد اُن لوگوں کا معاملہ ہے جو مسلمان ہیں، اپنے مسلمان ہونے کا اقرار، بلکہ اُس پر اصرار کرتے ہیں، مگر کوئی ایسا عقیدہ یا عمل اختیار کر لیتے ہیں جو عام طور پر اسلام کی تعلیمات کے منافی سمجھا جاتا ہے یا کسی آیت یا حدیث کی کوئی ایسی تاویل اختیار کر لیتے ہیں جسے کوئی عالم یا علما یا دوسرے تمام مسلمان بالکل غلط سمجھتے ہیں، مثلاً امام غزالی اور شاہ ولی اللہ جیسے بزرگوں کا یہ عقیدہ کہ توحید کا منتہاے کمال وحدت الوجود ہے یا محی الدین ابن عربی کا یہ نظریہ کہ ختم نبوت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ نبوت کا مقام اور اُس کے کمالات ختم ہو گئے ہیں، بلکہ صرف یہ ہیں کہ اب جو نبی بھی ہو گا، وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا پیرو ہو گا یا اہل تشیع کا یہ نقطۂ نظر کہ مسلمانوں کا حکمران بھی مامور من اللہ ہوتا ہے جسے امام کہا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اِس منصب کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا تقرر اِسی اصول کے مطابق خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے کر دیا گیا تھا جسے قبول نہیں کیا گیا یا علامہ اقبال جیسے جلیل القدر مفکر کی یہ راے کہ جنت اور دوزخ مقامات نہیں، بلکہ احوال ہیں۔

یہ اور اِس نوعیت کے تمام نظریات وعقائد غلط قرار دیے جا سکتے ہیں، اِنھیں ضلالت اور گمراہی بھی کہا جا سکتا ہے، لیکن اِن کے حاملین چونکہ قرآن وحدیث ہی سے استدلال کر رہے ہوتے ہیں، اِس لیے اُنھیں غیر مسلم یا کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اِن نظریات وعقائد کے بارے میں خدا کا فیصلہ کیا ہے؟ اِس کے لیے قیامت کا انتظار کرنا چاہیے۔ دنیا میں اِن کے حاملین اپنے اقرار کے مطابق مسلمان ہیں، مسلمان سمجھے جائیں گے اور اُن کے ساتھ تمام معاملات اُسی طریقے سے ہوں گے، جس طرح مسلمانوں کی جماعت کے ایک فرد کے ساتھ کیے جاتے ہیں۔ علما کا حق ہے کہ اُن کی غلطی اُن پر واضح کریں، اُنھیں صحیح بات کے قبول کرنے کی دعوت دیں، اُن کے نظریات وعقائد میں کوئی چیز شرک ہے تو اُسے شرک اور کفر ہے تو اُسے کفر کہیں اور لوگوں کو بھی اُس پر متنبہ کریں، مگر اُن کے متعلق یہ فیصلہ کہ وہ مسلمان نہیں رہے یا اُنھیں مسلمانوں کی جماعت سے الگ کر دینا چاہیے، اِس کا حق کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ اِس لیے کہ یہ حق خدا ہی دے سکتا تھا اور قرآن وحدیث سے واقف ہر شخص جانتا ہے کہ اُس نے یہ حق کسی کو نہیں دیا ہے۔

[۲۰۱۴ء]

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

امام حمید الدین فراہی

مذاہب پر غور کا طریقہ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مذاہب میں عبادت کا تصور

تمام امتوں کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ دین نام ہے رب کی بندگی اور اطاعت کا۔ ان کے درمیان جس باب میں اختلاف ہوا، وہ اسی حقیقت کی تفصیل میں اس وقت ہوا جب لوگوں نے اس میں اپنے ظن اور اپنی خواہشات کو شامل کر لیا۔ لہٰذا سب سے زیادہ اہمیت عبادت یا بندگی کی حقیقت کے صحیح فہم کو حاصل ہے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ عبادت کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ چار چیزیں اس میں شامل ہوں:

ا۔ رب کریم کے لیے اخلاص

یہ اخلاص توحید پر ایمان کے ساتھ مطلوب ہے اور اس امر کی وضاحت قرآن مجید میں بہ کثرت ہوئی ہے۔ عبادت کے درست ہونے کا بڑا انحصار اسی پر ہے اور عملی و علمی کج روی جو عبادت میں بگاڑ پیدا کرتی ہے، اس کی نفی بھی اخلاص سے ہوتی ہے۔ اس کی تفصیلات بہت طولانی ہیں جن کو ہم قاری کے فہم پر چھوڑتے ہیں۔ ان کو قرآن کی تصریحات کے مطالعہ سے سمجھا جا سکتا ہے۔

ب۔ مغز عبادت کی معرفت

عبادت کا مغز رب کی طرف رجوع، اس کی پسند کو خوشی کے ساتھ اختیار کرنا، اس کے آگے عاجزی کرنا، اس کے

سامنے اپنی حاجتیں بیان کرنا اوراس سے اچھی توقعات وابستہ کرنا ہے۔ یہ ساری باتیں دو عبادتوں ــــــ نماز اور قربانی ــــــ میں جمع ہوگئی ہیں۔ اسی لیے کوئی بھی صحیح دین نماز اور قربانی کی عبادات سے کبھی خالی نہیں رہا۔ یہ لازم ہے کہ نماز اور قربانی اخلاص اور عاجزی کے ساتھ ہوں۔ جہاں تک نماز کا تعلق ہے، اس کی تو ظاہری شکل ہی عاجزی کی تصویر ہے۔ رہی قربانی تو اس کے پیش کرنے والے پر یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ وہ جو کچھ پیش کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے۔ لہٰذا اگر اس کی عبادت خدا کے آگے انتہائی عاجزی اور محتاجی کے انداز میں پیش نہ ہوگی اور اس میں اس کی خوش نودی حاصل کرنے کا جذبہ شامل نہ ہوگا تو خدا اس کی قربانی کو حقارت سے ٹھکرا دے گا۔ اس بات کی وضاحت قرآن مجید نے ایک سے زیادہ آیات میں کر دی ہے۔

ج۔ اللہ کی رضا کے رستہ پر چلنا

یہ جن صفات پر مشتمل ہے، ان کو ہم تقویٰ اور اعمال خیر سے تعبیر کر سکتے ہیں، یعنی وہ اعمال جن کی ہدایت فطرت انسانی میں ہے یا جن کی تعلیم رب نے دی ہے، انھی سے بندے کی اس سعی کا اظہار ہوتا ہے جو وہ ایک کام کے کرنے اور دوسرے کو چھوڑنے میں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ کو پانے کی جستجو اور اس کی رضا کے مطابق رویہ اختیار کرنے کی کوشش، اسی قبیل سے ہیں۔

جس شخص کے اندر اخلاص، نماز اور زکوٰۃ درست ہو جائیں تو لازم ہے کہ اس کے تمام اعمال درست ہو جائیں گے۔ ان تینوں میں غایت درجہ باہمی موافقت اور ایک ترتیب نظر آتی اور انھی کی بدولت دین کے اجزا کی شیرازہ بندی ہوتی ہے۔ ان کے بعد جو کچھ باقی رہ جاتا ہے، وہ اجزاے دین کی صورت ترکیب ہے جس پر ان کی حقیقت کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

د۔ اجزاے دین کی ترکیب

کسی بھی شے کی تکمیل اس کے نظام اور اس کی ترکیب سے ہوتی ہے۔ یہی اس کا کمال اور اس کی خوب صورتی کی انتہا ہوتی ہے۔ یہ چیز اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب اس شے کے تمام اجزا موجود ہوں۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ بندہ اپنے اندر سب سے پہلے اخلاص کو، جو رب تعالیٰ پر ایمان سے حاصل ہوتا ہے، پھر دعاؤں اور نذروں کے ذریعے سے اس کی فطرت رجوع اور انابت کو اور پھر تمام اعمال میں اللہ کی رضا کی طلب کو اس طرح جمع کرے کہ وہ اپنے نفس اور اس کی خواہشات کی غلامی سے چھوٹ کر اپنے دین کو اپنے رب ہی کے لیے خالص کر لے۔ اس کے بعد یہ ضروری

ہوتا ہے کہ بندہ میانہ روی کی روش کا خیال رکھتے ہوئے ان میں کمال حاصل کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی ایک جانب سے غفلت کر کے دوسری جانب جھک جائے۔ یہ کمال اسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جو عالم بھی ہو اور اجزاے دین کی ایک دوسرے کے ساتھ نسبتوں سے بھی واقف ہو، پھر وہ اپنے ارادے پر اس قدر مضبوط گرفت رکھتا ہو کہ اس کا ارادہ اور اس کی پسند اس کے علم کے مطابق ہو جائے اور اس سے اس کے وجود کو ایسا اطمینان حاصل ہوتا ہو جس کے بعد اس کی عقل اور قلب کے درمیان، اس کے علم اور عمل کے درمیان، اس کے ظاہر اور باطن کے درمیان اور اس کی خواہش اور اس کے مولد کے درمیان کوئی مغائرت باقی نہ رہ جائے۔ جب کسی بندے کی عبادت میں پہلی تین خصوصیات کے ساتھ اجزا کی ترکیب کی یہ چوتھی خصوصیت شامل ہو جاتی ہے تو اس کی عبودیت کامل ہو جاتی ہے۔ وہ ایک حکیم مرد مومن بن جاتا ہے۔ اس کا دین مضبوط اور اس کی راہ سیدھی ہو جاتی ہے جس میں کوئی کجی نہیں ہوتی۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مذاہب میں گمراہی کے داخل ہونے کے اسباب

مختلف مذاہب کے ماننے والوں کی گمراہی کا سبب نفس اور رب کے پہچاننے میں ان کی غلطی ہے۔ انھوں نے ایک صحیح بنیاد پر پوری نگاہ نہیں ڈالی اور دوسری صحیح بنیاد سے اغماض برت لیا، کیونکہ وہ ان مختلف بنیادوں کے مابین موافقت نہیں کر پائے۔ ہندومت، بدھ مت، مجوسیت، یہودیت اور نصرانیت جیسے عام مذاہب میں گمراہی شاید ان کے غلو، بدعات اور خواہشات نفس کی راہ سے داخل ہوئی ہے۔

جہاں تک ہندومت کا تعلق ہے، اس کے ماننے والوں نے توحید کے معاملے میں غلو سے کام لیا۔ ان کا گمان یہ تھا کہ وجود ذات کو ہم قدیم سے تعبیر کریں یا 'مَیں' سے، یہ ایک ہی بات ہے۔ اس گمان کے نتیجہ میں ان کا دعویٰ یہ ہو گیا کہ 'اہم برہم'، یعنی 'میں اللہ ہوں'۔ اس حقیقت تک رسائی کے لیے ضروری سمجھا گیا کہ دنیا کو تیاگ دیا جائے اور ذات کو فنا کیا جائے۔ انھوں نے اپنی ہمت کے مرکز کو حقیقت کی صورت دے لی۔ یہی 'مَیں' کی حقیقت ہے۔ اس کے بعد انھوں نے یقین کر لیا کہ اس حقیقت کو پانے کے محکم قواعد موجود ہیں۔ جو شخص ان پر عمل کرنے کی مشقت اٹھائے گا، وہ مراد کو پالے گا۔ رب کی طرف سے کسی رسول کے آنے کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ رب تو خود آدمی کی اپنی ذات ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے نہایت مشکل مجاہدوں کا طریقہ اختیار کیا اور نفس کے انوار اور اس کی قوت کی بدولت وہ دھوکے میں پڑ گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندومت میں یہ جو کچھ ہوا، یہ ان کے رشیوں کے غلو کے سبب سے ہوا، کیونکہ ان میں

بعض ایسے ہندو بھی ہیں جو ایک قدیم معبود، جو ہر چیز کا خالق اور انسان کو ہدایت عطا فرمانے والا ہے، پر یقین رکھتے رہے ہیں۔ بعد کے ادوار میں ہندو چھ فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور ان کے عوام پر بت پرستی غالب آ گئی۔

ہمارے اندر صوفیا کی گمراہی ہندوؤں کی گمراہی کے عین مطابق ہے۔ البتہ یہ ہوا کہ ان کے اندر بعض صوفیا نے کتاب وسنت کا دامن نہیں چھوڑا۔ وہ ان سے رہنمائی حاصل کرنے پر زور دیتے رہے اور غیبی انوار سے کسی دھوکے میں مبتلا نہیں ہوئے۔ انھوں نے یہی سبق دیا کہ اللہ تعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء، یعنی ہر چیز سے آگے اور آگے ہی آگے ہے۔

ایک حکیم کا مذاہب پر غور کرنے کا طریقہ

ایک حکیم کسی مذہب پر غور کرتا ہے تو اس کے پیش نظر تین چیزیں ہوتی ہیں:

اولاً، مذہب کا وجود اور اس کا نظام۔ اس میں حکیم مذہب کے اجزا اور مقصود کے ساتھ اس کے تعلق کو دیکھتا ہے اور یہ معلوم کرتا ہے کہ ان اجزا میں اس مقصود کو حاصل کرنے کی صلاحیت کس قدر ہے۔ پھر وہ اس مذہب کے اندر حق اور بدعات پر نگاہ ڈالتا اور ان میں امتیاز کرتا ہے۔ یہ بات اس کے لیے اس بنا پر ممکن ہوتی ہے کہ وہ خود حق کا حامل ہوتا ہے اور وہ کسوٹی اس کے پاس ہوتی ہے جس کے ذریعے سے وہ اصل اور فرع کے درمیان امتیاز کر سکے۔

ثانیاً، دوسرے مذاہب کے ساتھ اس کی نسبت۔ اس پہلو سے ایک حکیم یہ دیکھتا ہے کہ مختلف مذاہب میں کس قدر مشابہت ہے۔ ایک نے دوسرے کا کتنا حصہ جذب کیا ہوا ہے اور اصل اور فرع کے لحاظ سے ان میں کیا تعلق ہے۔

ثالثاً، ثابت شدہ حقائق کے ساتھ اس کی نسبت۔ ایسے حقائق میں فطرت انسانی اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ شامل ہے۔

تحقیق میں حکیم کی بنائے استدلال

ہر مذہب میں کسی نہ کسی کتاب، نقل یا علمی ورثہ کو یہ حیثیت حاصل ہے کہ اس کے ماننے والے اس کے آگے سر جھکا دیتے ہیں اور اس کے احکام کو مانتے ہیں۔ کہیں کہیں یہ بھی ہوا ہے کہ اس مذہبی کتاب یا علم میں تبدیلی یا تحریف ہو چکی ہے۔ لیکن ایک حکیم پر اس تبدیلی یا تحریف کے باعث مذہب کا معاملہ گڑبڑ نہیں ہوتا، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مذاہب فطرت انسانی پر مبنی ہیں۔ وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ ان کے ابتدائی صحیفوں کا باہمی اختلاف بہت کم ہے۔ وہ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ان میں موافقت تلاش کر لیتا ہے۔ اس کا سبب اس کی اپنی عادت اور حق کی خصوصیت ہوتی ہے۔ حکیم کے اندر جانچ اور حق کی جستجو کا مادہ ہوتا ہے۔ اس کی مدد سے وہ محض منسوب کردہ تعلیمات اور باطل علم میں سے بھی سچی بات کو الگ کر لیتا ہے۔ وہ خزف ریزوں میں سے جواہر کو نکال لیتا ہے۔ اس عمل میں اس کا انحصار دو بنیادوں پر ہوتا ہے: ایک یہ کہ حق میں ایک طرح کی نورانیت اور فطرت میں ایک بصیرت ہوتی ہے۔ ان دونوں میں ایسی موافقت ہوتی ہے، جیسے فطرت حق ہی کا آئینہ ہو۔ دوسری یہ کہ کسی معاملے میں شہادتوں کا پے در پے جمع ہونا بہت بڑی بات ہے جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ پس جب کسی معاملے میں فطرت کی تمام حسیات کی شہادت موجود ہو، اللہ تعالیٰ نے جو وحی اتاری ہے، وہ معاملہ اس سے موافقت رکھتا ہو اور سلف کی عقلیں اس پر متفق رہی ہوں تو اس بارے میں کسی شک کا احتمال نہیں رہ جاتا۔

(حکمت قرآن ۱۱۸-۱۲۳)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

امین احسن اصلاحی

شیعہ سنی فسادات کا مسئلہ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

شیعہ اور سنیوں میں محرم کے موقع پر جو فسادات ہوئے ہیں، ان سے ایک صاحب فہم کے لیے یہ اندازہ کر لینا کچھ مشکل نہیں رہا ہے کہ اگر ہمارے ارباب حل وعقد فساد کے حقیقی اسباب کا پتا لگانے میں ناکام رہے اور صرف اوپر کی لیپ پوت یا صرف فوج اور پولیس کے ذریعہ سے انھوں نے آیندہ کے خطرات کے سد باب کی امید باندھ لی تو یہ ایک ایسی غلطی ہو گی جس کی تلافی پھر کسی بھی دوسرے طریقہ سے نہ ہو سکے گی۔ یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ ان فسادات کے اسباب نہ تو سرسری ہیں، نہ وقتی، نہ محدود، بلکہ ان کے اثرات بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں اور یہ بڑے زوردار ہیں۔ اس وجہ سے حکومت کا فرض ہے کہ حالات کے مزید پیچیدہ ہونے سے پہلے پہلے اس معاملہ میں نہایت حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرے اور وقتی سکون سے کسی غلط فہمی میں پڑے بغیر صورت حال کا وہ علاج اختیار کرے جو اس کا مستقل اور پایدار علاج ہے۔

اگر فسادات کی مذمت اور رواداری کی مدح ومنقبت سے صورت حال کی اصلاح کی کوئی امید ہوتی تو ہم بھی اس خدمت کو بڑے شوق سے انجام دے دیتے، لیکن ہم جانتے ہیں کہ اب معاملہ لفظی مدح وذم کے حدود سے بہت آگے نکل گیا ہے اور حکومت کی تدبیر وتدبر کا محتاج ہے، اس وجہ سے ہم حکومت ہی سے کہتے ہیں کہ وہ اپنے فرض کو پہچانے اور اس کو ادا کرے۔ جہاں تک رواداری کے مبہم وعظ کا تعلق ہے، وہ اگر ہم کہیں بھی تو ہم نہیں جانتے کہ اس سے کس کو فائدہ پہنچے گا۔ ہماری آواز اگر کچھ پہنچ سکتی ہے تو سنیوں ہی تک پہنچ سکتی ہے اور وہ شاید ہمارے اس وعظ کے محتاج نہیں ہیں۔ جہاں تک اہل بیت کی عقیدت ومحبت کا تعلق ہے، یہ چیز ان کے ایمان وعقیدے کا جزو ہے۔ اس کو بتانے

اور سکھانے کی ان کو ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس معاملہ میں تو وہ دوسروں کی دیکھا دیکھی اس کے شرعی حدود سے آگے بڑھ کر بدعت اور غلو کے حدود میں داخل ہو چکے ہیں۔ آج تعزیوں کے جلوسوں اور عزا کی مجالس کی رونق بڑھانے میں سنیوں کے عوام تو درکنار ان کے علما تک حصہ لیتے ہیں اور دانستہ یا نادانستہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ تبرّا کے بھی مرتکب ہوتے ہیں جنھوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا۔ پڑھے لکھے، بلکہ علم دین کے دعوے دار سنیوں تک کا حال یہ ہے کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بے تکلف امام حسین علیہ السلام لکھتے اور کہتے ہیں، حالاں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے امام کا لقب خالص شیعی تصور کا حامل ہے جس کے جواز کی اہل سنت کے ہاں کوئی گنجایش نہیں۔ اسی طرح علیہ السلام کا لفظ بھی صرف انبیا کے لیے مخصوص ہے، لیکن سنی حضرات اس کو بے تکلف حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے لکھتے اور بولتے ہیں۔ تاریخ کے معاملہ میں بھی اہل سنت کے بہت سے علما تک پر محض اہل بیت کی عقیدت کے تحت شیعی نقطۂ نظر اس قدر غالب ہے کہ جن حقیقت شناسوں نے ان کی اس غلطی کی اصلاح کی کوشش کی، ان پر ان سنی حضرات ہی نے فوراً ناصبیت کا فتویٰ جڑ دیا۔ ایسے حالات میں سنیوں کے سامنے اگر ہم رواداری کا مزید وعظ کہیں تو یہ چیز تحصیل حاصل ہی ہوگی۔ رہا شیعہ حضرات کا معاملہ تو ان سے ہم کچھ کہنے کے پوزیشن میں نہیں ہیں، البتہ حکومت کے سامنے یہ ظاہر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ سنیوں کے جذبات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسرے صحابہ وصحابیات اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم اجمعین کے معاملہ میں حد درجہ نازک ہیں، وہ ان بزرگوں کو مسلم طور پر اپنے لیے نمونۂ ہدایت اور ان کی محبت کو ذریعۂ نجات سمجھتے ہیں۔ بالخصوص حضرات شیخین رضی اللہ عنہما تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ملت اسلامیہ کے دو ایسے ستون ہیں جن کے اوپر ہمارے نزدیک بنائے ملت قائم ہے۔ اس وجہ سے کسی باایمان سنی کے لیے ان کی کسی قسم کی توہین برداشت کرسکنا ناممکن ہے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی رواداری برتنا کفرونفاق ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر شیعہ سنی فسادات کے سدباب کے لیے سب سے زیادہ ضروری چیز یہ ہے کہ ان بزرگوں کی توہین کے تمام امکانات کا حتمی طور پر سدباب کر دیا جائے۔ یہ ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہمارے اس مطالبہ کا تعلق حضرات شیعہ کی نجی مجالس ومحافل سے نہیں ہے۔ وہ اپنی نجی مجالس میں جو چاہیں کریں اور کہیں، لیکن پبلک میں اس قسم کی کسی حرکت کی گنجایش کسی کے لیے بھی نہیں ہونی چاہیے۔

یہ ظاہر کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ ہمارے یہی جذبات حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور تمام اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے بھی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ہیں۔ ان کی محبت بھی ہمارے لیے جزوایمان ہے۔ ہم ان کی محبت کے غیر مشروط طور پر پابند ہیں۔ شیعہ حضرات کا رویہ حضرات شیخین اور دوسرے صحابہ کے معاملہ میں خواہ کچھ ہی رہے ہمارا رویہ اہل بیت رسالت کے معاملہ میں کبھی بدل نہیں سکتا۔ اگر ہمارے سینے ان کی محبت سے خالی ہو جائیں تو یہ ایمان سے خالی ہو جانا ہوگا۔ ہر سنی اس معاملہ کی نزاکت کو اچھی طرح سمجھتا ہے، اس وجہ سے اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ کسی اشتعال انگیز سے اشتعال انگیز موقع پر بھی کوئی سنی اہل بیت اطہار کی شان میں کوئی نازیبا کلمہ کہہ سکے۔ کہہ سکنا تو درکنار اس کا تصور بھی کر سکے، خلوت ہو یا جلوت۔

ہمارے نزدیک اصل بنیادی مسئلہ یہی ہے جس کا حل سوچنا ہے۔ اور یہ کام اب حکومت ہی کے کرنے کا ہے۔ عملاً اس کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں یا کرنی چاہییں، اس بارے میں ہم اپنی طرف سے کوئی مشورہ دینا نہیں چاہتے۔ اس سلسلہ میں بعض مفید اور معقول تجویزیں اخبارات میں آئی ہیں، وہ حکومت کے علم میں ہیں۔ حکومت اگر سنجیدگی کے ساتھ اس مسئلہ کو حل کرنا چاہے گی تو ان تجاویز سے بھی فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ اور ان کے علاوہ بھی بعض موثر شکلیں اختیار کی جاسکتی ہیں۔

(تفہیم دین ۱۶۷-۱۶۹)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

محمد وسیم اختر مفتی

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

(۳)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ذی الحجہ ۳۱ھ (یا ۳۲ھ، ۶۵۲ء): حضرت ابوذر غفاری کا انتقال ربذہ ہی میں ہوا۔ دم آخر اہلیہ، بیٹی اور ایک غلام کے علاوہ کوئی ان کے پاس نہ تھا۔ اہلیہ رونے لگ گئیں تو حضرت ابوذر نے پوچھا: کیا ہوا؟ کہا: ہمارے پاس کوئی کپڑا نہیں جو آپ کے کفن کے لیے پورا ہو جائے۔ بولے: مت رو، میں کچھ صحابہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص بیابان میں انتقال کرے گا اور اہل ایمان کی ایک جماعت اس کے جنازے میں شامل ہوگی (احمد، رقم ۲۱۳۵۹)۔ باقی سب اصحاب شہروں میں وفات پا چکے ہیں اور میں ہی بیابان میں دم دے رہا ہوں۔ حضرت ابوذر نے یہ شرط بھی لگائی کہ ان کا کفن دینے والا گورنر، کسی محکمے کا منتظم، سرکاری قاصد یا اعلیٰ افسر نہ ہو۔ ان کی اہلیہ دوڑتی ہوئی باہر ریت کے ٹیلے تک جاتیں، قافلے کی راہ تکتیں، پھر واپس آتیں اور حضرت ابوذر کی تیمارداری کرتیں۔ وفات سے کچھ دیر پہلے بیٹی سے کہا: باہر نکل کر دیکھو، کوئی گزر رہا ہے؟ انھوں نے بتایا: نہیں، تو کہا: ابھی میری آخری گھڑی نہیں آئی۔ پھر بکری ذبح کر کے پکانے کو کہا اور فرمایا: جو لوگ مجھے دفن کریں گے، صالحین ہوں گے۔ انھیں کہنا، ابوذر تمھیں قسم دیتا ہے کہ کھانا کھائے بغیر یہاں سے روانہ نہ ہوں۔ ہنڈیا پک گئی تو دوبارہ پوچھا: کوئی آتا نظر آ رہا ہے؟ بیٹی نے بتایا کہ ایک قافلہ آ رہا ہے۔ کہا: مجھے قبلہ رو کر دو۔ 'بسم اللّٰه و باللّٰه و علی ملة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم' کہا اور جان دے دی۔ ان کی بیٹی نے قافلہ والوں کا استقبال کیا اور کہا: ابوذر کا دیدار کر لیں۔ پوچھا گیا: کہاں ہیں وہ؟ میت کی طرف اشارہ کیا گیا تو بولے:

اللہ نے ہمیں ان کے ذریعے سے عزت بخشی۔ قافلے میں حضرت عبداللہ بن مسعود بھی تھے، فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا: ''تو اکیلا چلے گا، اکیلا فوت ہوگا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا'' سب نے مل کر حضرت ابوذر کو غسل دیا۔ ایک انصاری نوجوان حضرت ابوذر کی شرائط پر پورا اترتا تھا۔ اس نے اپنی اوڑھی ہوئی چادر دی، تھیلے سے دو کپڑے نکالے جو اس کی ماں نے خود بنے تھے (مستدرک حاکم، رقم ۵۴۵۲)۔ یہ کفن پہنانے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت ابوذر کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ حضرت ابن مسعود کے علاوہ ان حضرات نے جنازہ میں شرکت کی: حضرت ابومفرز، حضرت بکر بن عبداللہ، حضرت اسود بن یزید، حضرت علقمہ بن قیس، حضرت حلحال ضبی، حضرت حارث بن سوید، حضرت عمرو بن عتبہ، حضرت ابن ربیعہ سلمی، حضرت ابورافع مزنی، حضرت سوید بن شعبہ، حضرت زیاد بن معاویہ، حضرت اخو قرثع ضبی اور حضرت اخو معضد شیبانی۔ ایک روایت کے مطابق حضرت ابوذر کی وفات کے دس دن بعد حضرت عبداللہ بن مسعود کو بھی خلد سے بلاوا آ گیا۔ شاذ روایت کے مطابق حضرت جریر بن عبداللہ نے حضرت ابوذر کا جنازہ پڑھایا۔ ایک گدھا، دو گدھیاں، کچھ بکریاں اور کاٹھیاں حضرت ابوذر کا ترکہ تھا۔

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت ابوذر کا خیمہ مہک رہا تھا، ان کی بیٹی نے بتایا: جان کنی کے عالم میں حضرت ابوذر نے کہا: میت پر ایسے لوگ حاضر ہوتے ہیں جو بو محسوس کرتے ہیں اور کھاتے نہیں۔ ان کے لیے پانی میں مشک ملا کر خیمے پر چھڑک دو۔ حضرت ابوذر کی وصیت کے مطابق اہل قافلہ نے کھانا کھایا اور جاتے ہوئے ان کے اہل خانہ کو ساتھ مکہ لے گئے۔ ان کی بیٹی کو سیدنا عثمان نے اپنے کنبے میں شامل کر لیا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت ابوذر کے اہل خانہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ سفر نہ کیا، بلکہ سیدنا عثمان نے انھیں مدینہ لوٹ آنے کو کہا اور اپنے کنبے کے ساتھ رکھا۔

حضرت ابوذر غفاری کا قد لمبا، جسم بھاری (متضاد روایت کے مطابق دبلا)، رنگ سانولا اور ڈاڑھی سفید اور گھنی تھی۔ ایک روایت کے مطابق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یزید کا نام عطا کیا (مستدرک حاکم، رقم ۵۴۵۴)۔ ان کی اولاد اور بیویوں کے بارے میں مکمل معلومات نہیں ملتیں، ایسی اطلاعات دینے کے شائق ابن سعد بھی اس باب میں خاموش ہیں۔ حضرت ابوذر کے اپنے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دو بیٹوں نے ان کی زندگی میں وفات پائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد ''جس نے اپنے تین بیٹے آگے بھیج دیے، یعنی اس کی زندگی ہی میں انھوں نے وفات پائی، وہ اسے دوزخ سے بچانے کے لیے مضبوط قلعے کا کام دیں گے'' کے ضمن میں وہ بتاتے ہیں: میں نے دو بیٹے آگے بھیجے ہیں (ابن ماجہ، رقم ۱۶۰۶)۔ ان میں سے ایک حضرت عمیر غفاری نے غزوۂ ذو قرد

میں شہادت پائی۔ حضرت ابوذر نے اپنے آخری لمحات میں اس ارشاد نبوی کو نجات کا وسیلہ بتایا۔ یہ پتا چلتا ہے کہ ربذہ میں ان کے ساتھ جانے والی اہلیہ ان کی واحد بیوی نہ تھیں۔

حضرت ابوذر غفاری فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کو کیسے پتا چلا اور کس طرح یقین آیا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں؟ فرمایا: ابوذر، میں مکہ کے ریگ زار میں تھا کہ دو فرشتے آئے۔ ایک زمین پر اتر آیا اور دوسرا آسمان و زمین کے درمیان معلق رہا۔ پہلے فرشتے نے دوسرے سے پوچھا: کیا یہ وہی ہیں؟ اس نے تائید کی تو کہا: ان کا ایک شخص کے برابر وزن کرو۔ تولا گیا تو میرا پلڑا بھاری رہا۔ پھر کہا: دس افراد ایک طرف رکھ کر تولو۔ وزن کیا گیا تو ترازو کا جھکاؤ میری طرف تھا۔ فرشتے نے کہا: اب سو آدمیوں کے ساتھ ان کا وزن کرو، تولنے پر میں ہی بھاری رہا۔ آخر کار اس نے کہا: ایک ہزار افراد ترازو کے ایک طرف رکھ کر وزن کرو، میرا وزن پھر بھی زیادہ ہی نکلا، جبکہ دوسرا پلڑا اہلکا ہونے کی وجہ سے مجھے ایسے لگ رہا تھا کہ یہ سب افراد مجھ پر گر پڑیں گے۔ پہلا فرشتہ بولا: تم انھیں پوری امت کے ساتھ تولتے تو بھی ان کا وزن زیادہ ہوتا (سنن دارمی، رقم ۱۴)۔ پھر دونوں فرشتوں نے آپ کا پیٹ شق کر کے آب زمزم سے دھویا، سینہ چیر کر دھویا، دل نکالا، اسے کھول کر شیطانی اکساہٹیں اور خون کے لوتھڑے نکال کر پھینکے اور سکینت، ایمان اور حکمت اس میں انڈیل دیے۔ پھر زخم سی کر آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت بنائی۔ آپ نے بتایا کہ میں یہ تمام عمل اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا (تاریخ دمشق ۳/ ۴۶۴)۔ یہی عمل معراج کی رات آپ کے ساتھ دہرایا گیا۔ حضرت ابوذر روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مکہ میں میرے گھر کی چھت پھٹی اور جبریل علیہ السلام آئے۔ انھوں نے میرا سینہ کاٹا، اسے آب زمزم سے دھویا، پھر سونے کا تھال لائے جو حکمت و ایمان سے پر تھا۔ اسے میرے سینے میں انڈیل کر سینہ بند کیا۔ میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان دنیا کی طرف پرواز کر گئے (بخاری، رقم ۱۶۳۶۔ مسلم، رقم ۳۳۴)۔ معراج کے واقعات بیان کرتے ہوئے حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ، کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا؟ آپ نے فرمایا، ایک نور تھا جو مجھے نظر آیا (مسلم، رقم ۳۶۲۔ ترمذی، رقم ۳۲۸۲)۔

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے پر سفر کیا، حضرت ابوذر غفاری کو آپ نے پیچھے بٹھا لیا۔ دوران سفر میں فرمایا: اے ابوذر، اگر ایسا وقت پڑا کہ سخت بھوک کی وجہ سے لوگ بستر سے مسجد تک آنے کے قابل نہ رہے تو تم کیا کرو گے؟ انھوں نے کہا: اللہ و رسول بہتر جانتے ہیں (کیا کرنا ہوگا؟)، فرمایا: (ان حالات میں بھی) پاک دامنی اختیار کرنا۔ آپ نے پھر سوال فرمایا: اگر مرگ اس قدر پھیل گئی کہ لوگوں کے گھر قبرستان بننے لگے تو کیا کرو گے؟ حضرت ابوذر نے پھر جواب دیا: اللہ و رسول بہتر جانتے ہیں، فرمایا: صبر کرنا۔ تیسرا سوال ارشاد ہوا: اے ابوذر، تو نے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اگر لوگوں کو ایک دوسرے کو قتل کرتے دیکھا، حتیٰ کہ احجار زیت (مدینے کا ایک مقام جہاں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقا ادا فرمائی تھی) ان کے خون سے ڈوب گیا تو تمھارا کیا ردعمل ہوگا؟ جواب وہی تھا کہ اللہ و رسول کو بہتر علم ہے۔ آپ نے فرمایا: دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھے رہنا۔ حضرت ابوذر نے پوچھا: اگر مجھے پھر بھی نہ چھوڑا گیا؟ فرمایا: تم اپنے قبیلے والوں کے پاس چلے جانا۔ حضرت ابوذر نے مزید سوال کیا: تب میں بھی اسلحہ اٹھا لوں؟ آپ نے ارشاد کیا: تو تم ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ گے۔ اگر تلوار کی چمک نے تمھیں پریشان کر دیا تو اپنی چادر کا پلو منہ پر ڈال لینا تاکہ دوسرا تمھارا اور اپنا گناہ سمیٹ لے (ابوداؤد، رقم ۴۲۶۱۔ ابن ماجہ، رقم ۳۹۵۸۔ احمد، رقم ۲۱۲۲۲)۔

دن بھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کے بعد حضرت ابوذر غفاری مسجد نبوی میں سو جاتے۔ ایک دفعہ آپ نے انھیں نیند سے جگا کر پوچھا: لوگ جب تمھیں یہاں سے نکال دیں گے تو کیا کرو گے؟ عرض کیا: میں شام چلا جاؤں گا جو انبیا کی سرزمین ہے۔ آپ نے سوال فرمایا: وہاں سے نکالا تو؟ جواب دیا: میں تلوار اٹھا لوں گا اور مرتے دم تک جہاد کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: میں تمھیں اس سے بہتر بات بتاتا ہوں، سمع و طاعت کرنا چاہے سیاہ فام غلام تمھارا حاکم بن جائے (احمد، رقم ۲۱۲۷۸)۔ دوسری روایت میں یہ بات اس طرح بیان ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا: ابوذر، اس وقت کیا کرو گے جب تم پر ایسے حاکم مسلط ہو جائیں گے جو مال غنیمت ہڑپ کر جائیں گے؟ حضرت ابوذر نے کہا: آپ کو مبعوث کرنے والے رب کی قسم، میں تلوار کاندھے پر رکھ کر اس سے لڑوں گا، حتیٰ کہ آپ سے آ ملوں گا۔ فرمایا: میں اس سے بہتر بات کی طرف تمھاری رہ نمائی کر دیتا ہوں، صبر کرنا حتیٰ کہ مجھ سے آن ملو (ابوداؤد، رقم ۴۷۵۹۔ احمد، رقم ۲۱۴۵۰)۔

ایک بار مشرکین مکہ غارت گری کر کے مدینہ کے باہر چرنے والے مویشی اٹھا لے گئے۔ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے لیے مختص کن چری اونٹنی عضبا بھی تھی۔ مشرکوں نے جاتے جاتے ایک مسلمان عورت کو بھی قید کر لیا۔ رات ہوتی تو اونٹوں کو آرام کے لیے اپنے گھروں کے باہر میدان میں چھوڑ دیتے۔ ایک شب وہ غارت گر خواب غفلت میں سوئے ہوئے تھے کہ عورت نے اپنی رسیاں کھولیں اور میدان میں نکل آئی۔ وہ جس اونٹ پر ہاتھ پھیرتی، بلبلاتا۔ عضبا کے پاس پہنچی تو وہ سدھائی ہوئی، مطیع اونٹنی ثابت ہوئی۔ اس پر سوار ہوئی اور اللہ کو پکار کر قسم کھائی کہ وہ اسے بچا لے تو وہ اونٹنی کی قربانی کر دے گی۔ مدینہ پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی فوراً پہچانی گئی۔ عورت نے آپ کو نذر کے بارے میں بتایا تو فرمایا: اللہ نے تجھے اس اونٹنی کے ذریعے سے نجات دی ہے اور تو اسے ذبح کر کے بڑا برا بدلہ دے رہی ہے۔ معصیت خداوندی میں مانی جانے والی نذر پوری نہیں کی جاتی، نہ اس شے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کے بارے میں کی جانے والی نذر وفا کی جاتی ہے جو آدمی کی اپنی ملکیت نہ ہو (ابوداؤد، رقم ۳۳۱۶)۔ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ عورت حضرت ابوذر غفاری کی اہلیہ تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''روئے زمین پر اور آسمان کے سائے تلے، ابوذر سے زیادہ سچا لہجہ رکھنے والا کوئی نہیں'' (ترمذی، رقم ۳۸۰۱۔ احمد، رقم ۲۷۳۶۶)۔ آپ نے مزید فرمایا: ابوذر سے زیادہ عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت بھی کوئی نہیں رکھتا (ترمذی، رقم ۳۸۰۲)۔ حضرت ابوذر مجلس نبوی میں موجود ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو کی ابتدا ان سے کرتے اور اگر نہ ہوتے تو ان کے بارے میں پوچھتے۔ حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے میری خوراک ایک صاع (تقریباً تین سیر) کھجور رہی ہے، میں اللہ کے سامنے پیش ہونے تک اسے نہیں بڑھاؤں گا۔ حضرت ابوذر کا وظیفہ چار ہزار درہم سالانہ تھا، اس سے سال بھر کا راشن ڈال لیتے اور باقی سکوں میں تبدیل کرا لیتے جو سونا چاندی نہ ہوتے۔ ان کی باندی نے کہا: کچھ رقم ناگاہ ضرورت یا اچانک آ جانے والے مہمان کے لیے رکھ لیں تو کہا: میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کی ہے کہ کوئی مال سونا یا چاندی، جسے ذخیرہ کیا گیا، اپنے مالک کے لیے انگارا بن جائے گا۔ حضرت ابوالدرداء نے گھر تعمیر کرایا تو حضرت ابوذر غفاری نے کہا: دیکھو وہ ایسا گھر بنا رہا ہے جسے اللہ نے چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ ایک زمانہ آیا کہ حضرت ابوذر کی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت امام مالک اور حضرت سفیان ثوری نے بھی عزلت کی زندگی اختیار کر لی۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا علی کے سب سے بڑھ کر وفادار یہ چار اصحاب رسول تھے: حضرت ابوذر غفاری، حضرت عمار بن یاسر، حضرت مقداد بن اسود اور حضرت سلمان فارسی۔ انھیں وہ ارکان اربعہ کا نام دیتے ہیں، جبکہ حضرت بلال، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت محمد بن ابوبکر اور حضرت جابر بن عبداللہ کو مخلصین میں شمار کرتے ہیں۔

[باقی]

رضوان اللہ

بعد از موت

(۹)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس حد تک بھیانک اور ہول ناک سزاؤں کا یہ صرف جسمانی پہلو ہے، وہاں انھیں ہر دم ذہنی اذیتوں سے بھی دوچار ہونا ہوگا۔ دوزخ کے باڑے میں ان کے درمیان جوتیوں میں دال بٹے گی۔ اس میں داخل ہوتے ہی یہ لوگ اس قدر ذہنی تناؤ کا شکار ہو جائیں گے کہ چھوٹتے ہی ایک دوسرے پر لعنت کے دونگڑے برسائیں گے۔ ایک دوسرے پر اپنے جرموں کا وبال ڈالنے کی کوشش کریں گے اور یہ سب کرتے ہوئے وہ بھول جائیں گے کہ کبھی ان کے درمیان میں محبت کے ناتے اور عقیدت کے واسطے رہے ہیں۔ ظاہر ہے وہ اپنی پیٹھوں پر عذاب کے تازیانے اور آگ کے چابک سہتے ہوئے اور کر بھی کیا سکیں گے۔ بس یہی کہ دوسروں پر دل کی بھڑاس نکال لیں یا آپس میں تو تکار کر لیں۔ غرض یہ کہ جب تک دوزخ میں رہیں گے ان کو آگ بھی جلائے گی اور ایک دوسرے کی لعنت ملامت بھی اور مقصود یہی ہوگا کہ جسمانی تکلیف کے ساتھ ساتھ ذہنی تکلیف میں بھی مبتلا رہیں اور انھیں کسی پل چین نصیب نہ ہو:

كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا. (الاعراف ۷: ۳۸)

''ان میں سے ہر گروہ جب داخل ہوگا تو اپنے ساتھی گروہ پر لعنت کرے گا۔''

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا، رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا. (الاحزاب ۳۳: ۶۷-۶۸)

''وہ کہیں گے: پروردگار، ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی بات مانی تو انھوں نے ہمیں راستے سے بھٹکا دیا۔ پروردگار، ان کو دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔''

حَتّٰٓی اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ، قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ، وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ. (الاعراف ۷: ۳۸-۳۹)

”یہاں تک کہ جب سب وہاں اکٹھے ہو جائیں گے تو ان کے پچھلے اگلوں کے بارے میں کہیں گے: پروردگار، یہی لوگ ہیں جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا، اس لیے انھیں آگ کا دہرا عذاب دے۔ ارشاد ہو گا: تم سب کے لیے دہرا (عذاب) ہے، مگر تم جانتے نہیں ہو۔ اس پر اگلے پچھلوں سے کہیں گے: (ہم مجرم ہیں) تو تمھیں بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوئی، سو چکھو اپنے کیے کی پاداش میں عذاب کا مزہ۔“

ذہنی ٹارچر کرنے کے لیے انھیں وہاں حد درجہ ذلیل بھی کیا جائے گا۔ ان کو طعنے دیے جائیں گے۔ طنز آمیز باتوں کے کچوکے لگائے جائیں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ اب تمھارے معبود کہاں چلے گئے؟ وہ کیوں نہیں آ کر تمھیں بچا لے جاتے؟ اس وقت یہ اتنے حواس باختہ ہوں گے کہ جواب میں کبھی کچھ کہیں گے اور کبھی کچھ۔ ان کی اس ذہنی اذیت کو بڑھانے کے لیے ان کی عقیدت کے مرکز وہ اصنام اور مورتیاں بھی ان کے ساتھ جلائی جائیں گی جن کے آگے انھوں نے اپنی جبینیں رگڑیں، ڈنڈوت کیے اور اپنی بیش بہا چیزیں ان پر قربان کر دی تھیں:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ. (الاحقاف ۴۶: ۲۰)

”تم زمین میں ناحق تکبر اور نافرمانی کرتے رہے، اس لیے آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔“

ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا، كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ. (المومن ۴۰: ۷۳-۷۴)

”پھر اُن سے پوچھا جائے گا کہ اب کہاں ہیں اللہ کے سوا وہ دوسرے خدا جن کو تم شریک کرتے تھے؟ وہ جواب دیں گے: کھوئے گئے وہ ہم سے، بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہ پکارتے تھے۔ اس طرح اللہ ان کافروں کے حواس گم کر دے گا۔“

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ. (الانبیاء ۲۱: ۹۸)

”تم اور تمھارے معبود جن کو اللہ کے سوا پوجتے رہے ہو، اب جہنم کا ایندھن ہیں۔“

جسمانی اور ذہنی عذاب کیا کم ہوں گے کہ ان کا وہاں سب سے بڑی محرومی سے بھی سامنا ہو جائے گا۔ یہ سزا ان کے لیے اس قدر سخت ہو گی کہ اس کے سامنے انھیں اپنی سب مشکلیں آسان اور سب مصیبتیں ہلکی محسوس ہوں گی۔ اور

ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ اس عظیم الشان نعمت سے محرومی ہوگی کہ جو اس سے محروم ہوا، وہ سب کچھ پا کر بھی تہی دامن رہا اور جس کے مقدر میں اس کا ملنا ٹھیرا وہ سب کچھ کھو کر بھی فائدے میں رہا۔ یہ نعمت ہے پروردگارِ عالم کی نگاہِ التفات کی، اس کے جلووں کے مشاہدے اور اس کی تجلیات سے حظ اٹھانے کی۔ مگر یہ نصیب جلے اور قسمت کے مارے اس سے یک سر محروم رہ جائیں گے:

كَلَّآ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ. (المطففین ۸۳: ۱۵)

''ہرگز نہیں، اُس دن تو یہ اپنے پروردگار سے روک دیے جائیں گے۔''

آگ کی لپٹوں، کھولتے پانی، مکروہ ترین کھانے، حسرت و ندامت بھری محرومیوں سے بچنے کے لیے یہ مجرمین کئی حیلے کریں گے، مگر ان کی سب کوششیں اکارت اور ہر سعی بے فائدہ رہ جائے گی۔ وہ لوگ جو پیٹھے پر ہاتھ دھرنے نہیں دیتے، وہاں رو رو کر اپنے جرموں کا اعتراف کریں گے تاکہ کسی طرح ان مصیبتوں سے خلاصی ہو۔ مگر انھیں عدل و انصاف کے تمام تقاضے پورے کرتے ہوئے سزا دی گئی ہوگی، اس لیے وہاں اعتراف کرنے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ محض حسرت ہوگی جس کا وہ اظہار کریں گے:

فَاعۡتَرَفۡنَا بِذُنُوۡبِنَا فَهَلۡ اِلٰى خُرُوۡجٍ مِّنۡ سَبِيۡلٍ. (المومن ۴۰: ۱۱)

''ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا تو کیا اب یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت ہے؟''

وَقَالُوۡا لَوۡ كُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا كُنَّا فِىۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ، فَاعۡتَرَفُوۡا بِذَنۡۢبِهِمۡ، فَسُحۡقًا لِّاَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ. (الملک ۶۷: ۱۰-۱۱)

''اور وہ کہیں گے: اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو (آج) ان دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔ اس طرح وہ اپنے گناہ کا اعتراف کرلیں گے، تو اب لعنت ہو ان دوزخ والوں پر۔''

یہی اعترافات وہ خدا کے حضور کر کے چاہیں گے کہ انھیں دوزخ سے نکال کر دنیا میں جانے کا ایک موقع عنایت ہو۔ اب کے بار وہ بہت ہی صالح زندگی گزاریں گے۔ لیکن پروردگارِ عالم ان کی گزارش کو سننا اور اس کو مان لینا تو بہت دور کی بات، انھیں اس طرح دھتکار دے گا، جس طرح کسی کتے کو دھتکار دیا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ وہ انھیں آگ کے الاؤ میں پھینکوا کر ان کی التجاؤں اور آہ و زاریوں سے بالکل ہی لاتعلق ہو جائے گا:

قَالُوۡا رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَيۡنَا شِقۡوَتُنَا وَكُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّيۡنَ، رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ، قَالَ اخۡسَئُوۡا فِيۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ. (المومنون ۲۳: ۱۰۶-۱۰۸)

''وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب، ہماری بدبختی ہم پر چھا گئی تھی اور ہم واقعی گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب، ہمیں یہاں سے ایک مرتبہ نکال دے، اگر ہم پھر ایسا کریں تو یقیناً ہم ہی ظالم ہوں گے۔ حکم ہوگا:

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

دور ہو، اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔''

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا، وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى. (طٰهٰ ۲۰: ۱۲۶)

''ارشاد ہوگا: اسی طرح ہماری آیتیں تمھارے پاس آئی تھیں تو تم نے انھیں نظر انداز کر دیا تھا۔ آج تمھیں بھی اسی طرح نظر انداز کر دیا جائے گا۔''

دوزخ پر مامور فرشتوں سے بھی رحم کی کوئی امید نہ ہوگی۔ وہ نہایت ترش مزاج اور سخت گیر ہوں گے۔ ان کی درگت بنتے دیکھ کر انھیں بالکل رحم نہ آئے گا اور وہ اُس سزا کو جاری رکھیں گے جس کا حکم ان کے پروردگار نے دے رکھا ہوگا۔ بلکہ اُس دن فرشتوں کی تو کیا بات، دوزخ بھی غضب سے بپھری ہوگی اور ان پر ذرا ترس نہ کھائے گی۔ وہ خدا کی لے میں اپنی لے ملا کر عرض کرے گی کہ ایسے مجرموں کے لیے میرے اندر بڑی وسعت ہے۔ اگر مزید بھی ان جیسے ہوں تو انھیں بھی تباہ حال کر چھوڑوں:

عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ. (التحریم ۶۶: ۶)

''اُس (جہنم کی آگ) پر درشت مزاج اور سخت گیر فرشتے مامور ہوں گے۔ اللہ انھیں جو حکم دے گا، وہ نافرمانی نہیں کریں گے اور وہی کچھ کریں گے جس کا انھیں حکم ملے گا۔''

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ. (قٓ ۵۰: ۳۰)

''اُس دن کو یاد رکھو جب ہم جہنم سے پوچھیں گے: کیا تو بھر گئی ہے؟ اور وہ جواب دے گی: کیا کچھ اور بھی ہیں؟''

اب دوزخی کوشش کریں گے کہ عذاب کی ان گھناؤنی صورتوں سے اگر نجات ممکن نہیں تو انھیں کچھ کھانے پینے کو ملے جس سے ان کی سزاؤں میں کچھ تخفیف پیدا ہو۔ اس کے لیے وہ اہل جنت سے بھیک مانگیں گے، مگر وہ لوگ کسی طرح کی امداد دینے کے بجائے انھیں صاف جواب دے دیں گے:

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ، قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ. (الاعراف ۷: ۵۰)

''اہل جنت کو (دیکھ کر) یہ دوزخ والے آواز دیں گے کہ (اپنے ہاں کا) کچھ پانی یا کچھ روزی جو اللہ نے تمھیں عطا فرمائی ہے، ہمیں بھی عنایت کرو۔ وہ جواب دیں گے کہ اللہ نے یہ دونوں چیزیں منکروں کے لیے حرام کر رکھی ہیں۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

جب ہر طرف سے مدد ملنے کی توقع دم توڑ جائے گی تو یہ کوشش کریں گے کہ کسی طرح اس جہنم سے نکل بھاگیں۔ مگر ایسا ہونا ناممکنات میں سے ہوگا کہ اُس جیل پر مقرر کیے گئے داروغے انھیں بھاگنے کہاں دیں گے؟ سوان کی طرف سے کی جانے والی ہر ایسی کوشش ان کی سزامیں اضافے ہی پر منتج ہوگی۔ وہاں سے نکل بھاگنا تو ایک طرف رہا، وہ اگر ایک قسم کی سزا سے عافیت پا کر دوسری آفت میں پناہ ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے تو اس کی بھی وہاں اجازت نہ پاسکیں گے:

وَاَمَّا الَّذِیۡنَ فَسَقُوۡا فَمَاۡوٰھُمُ النَّارُ، کُلَّمَآ اَرَادُوۡٓا اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنۡھَآ اُعِیۡدُوۡا فِیۡھَا وَقِیۡلَ لَھُمۡ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ بِہٖ تُکَذِّبُوۡنَ. (السجدہ ۳۲: ۲۰)

’’رہے وہ لوگ جنھوں نے نافرمانی کی تو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جب وہ اس میں سے نکلنے کی کوشش کریں گے، اسی میں دھکیل دیے جائیں گے اور کہا جائے گا: چکھو اب اس دوزخ کے عذاب کا مزہ، جسے تم جھٹلاتے رہے ہو۔‘‘

وَلَھُمۡ مَّقَامِعُ مِنۡ حَدِیۡدٍ، کُلَّمَآ اَرَادُوۡٓا اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنۡھَا مِنۡ غَمٍّ اُعِیۡدُوۡا فِیۡھَا وَذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ. (الحج ۲۲: ۲۱-۲۲)

’’ان کی سرکوبی کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے۔ وہ اس کے کسی عذاب سے جب بھی نکلنا چاہیں گے، دوبارہ اسی میں دھکیل دیے جائیں گے کہ (اب اسی میں رہو) اور چکھو جلنے کی سزا کا مزہ۔‘‘

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

غرض یہ کہ عذاب سے بچنے کے لیے ان کے سب حیلے ناکام ہو جائیں گے۔ وہ جان لیں گے کہ چیخیں یا چلائیں، رہنا اب یہیں ہے اور عذاب کا ختم ہو جانا تو دور کی بات، اس میں کسی کمی کا بھی کوئی امکان نہیں۔ اب ان کے لیے کرنے کا کام بس یہی رہ گیا ہے کہ وہ آگ سے بھاگیں تو کھولتے پانی میں جا پڑیں اور وہاں سے جان چھڑائیں تو پھر آگ میں دھکیل دیے جائیں:

لَا یُفَتَّرُ عَنۡھُمۡ وَھُمۡ فِیۡہِ مُبۡلِسُوۡنَ. (الزخرف ۴۳: ۷۵)

’’وہ (عذاب) ان کے لیے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اسی میں مایوس ہو کر پڑے رہیں گے۔‘‘

ھٰذِہٖ جَھَنَّمُ الَّتِیۡ یُکَذِّبُ بِھَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ، یَطُوۡفُوۡنَ بَیۡنَھَا وَبَیۡنَ حَمِیۡمٍ اٰنٍ، فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ. (الرحمٰن ۵۵: ۴۳-۴۵)

’’یہ وہی جہنم ہے جس کو یہ مجرم جھٹلاتے رہے۔ اب اس کے اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان گردش کرتے رہیں گے۔ پھر اے جن و انس، تم اپنے رب کی کن کن شانوں کو جھٹلاؤ گے۔‘‘

ان پر چھائی ہوئی ناامیدی اور یاسیت جب اپنی انتہاؤں کو چھونے لگے گی تو وہ موت کی تمنا کریں گے۔ اس کے جواب میں انھیں بتا دیا جائے گا کہ اب موت کہاں! تمھیں تو زندہ رہنا ہے اور وہ بھی اسی حالت میں:

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ، قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ. (الزخرف ۴۳: ۷۷)

''وہ پکاریں گے: اے مالک، تمھارے رب کو ہمارا خاتمہ ہی کر دینا چاہیے۔ وہ جواب دے گا: (اب تو اسی حال میں) تم کو رہنا ہے۔''

ان کو دی جانے والی یہ زندگی نام کی ہوگی، وگرنہ حقیقت میں یہ موت سے بھی بدتر ہوگی۔ ان کے آس پاس ہر جگہ موت سایہ فگن ہوگی، مگر موت پھر بھی نہ آئے گی اور عذاب ہوگا کہ بڑھتا ہی چلا جائے گا:

ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى. (الاعلیٰ ۸۷: ۱۳)

''پھر نہ اس (آگ) میں مرے گا نہ جیے گا۔''

يَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ، وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ. (ابراہیم ۱۴: ۱۷)

''موت ہر طرف سے اس پر پلی پڑ رہی ہوگی، لیکن وہ مرنے نہ پائے گا اور آگے ایک اور سخت عذاب اس کا منتظر ہوگا۔''

خدایا، ہمیں اس عذاب سے اپنی پناہ میں رکھنا!

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ڈاکٹر خالد ظہیر
ترجمہ: رانا معظم صفدر

پولیو ویکسینیشن مہم سے دشمنی

[یہ ڈاکٹر خالد ظہیر کے انگریزی مضمون ''Hostility to Polio Vaccine'' کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ مضمون ۲۰ ؍دسمبر ۲۰۱۳ء کو انگریزی روزنامہ ''Dawn'' میں شائع ہوا تھا۔ رانا معظم صفدر نے اسے انگریزی سے اردو میں منتقل کیا ہے۔]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

پاکستان میں بچوں کو پولیو کے مرض سے بچانے کے لیے سرکاری سطح پر پولیو کی ویکسینیشن کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے با قاعدہ ایک مہم کے طریقے پر ٹیمیں گھر گھر جا کر بچوں کو پولیو کے قطرے پلاتی ہیں۔ اس مہم کے حوالے سے بعض لوگ مذہبی بنیادوں پر استدلال کرتے ہوئے اس کے خلاف بات کرتے ہیں۔

اس ضمن میں بالعموم دو استدلال پیش کیے جاتے ہیں:

ایک یہ کہ پولیو ویکسینیشن مہم مسلمانوں کے خلاف غیر مسلموں کی ایک سازش ہے۔ اس کے ذریعے سے وہ مسلمانوں کی آنے والی نسلوں کو اولاد کے لیے نااہل اور بانجھ بنا رہے ہیں اور اس کا مقصد دنیا میں مسلمانوں کی تعداد کو کم کرنا ہے۔ سازش ہونے کی دلیل میں وہ ڈاکٹر شکیل آفریدی کی جعلی ہیپا ٹائٹس مہم کو بطور مثال پیش کرتے ہیں۔

دوسرا استدلال یہ کہ پولیو کے مرض سے لاحق ہونے والی معذوری اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کے لیے ایک آزمایش ہے۔ اس طرح کی مہم کے ذریعے سے پولیو کی روک تھام کا اقدام اللہ کے معاملے میں مداخلت کرنے کے مترادف ہے۔ پولیو کے مریضوں کو چاہیے کہ وہ اسے اللہ کی آزمایشوں میں سے ایک آزمایش مان کر اس پر صبر کا رویہ اختیار کریں۔

ہمارے ہاں صورت حال یہ ہے کہ کسی معاملے میں اگر مذہب کا حوالہ دے کر بات کی جائے تو لوگ یہ غور کیے

بغیر کہ وہ واقعی مذہب کا حکم ہے یا نہیں، اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ یہ رویہ درست نہیں ہے۔ صحیح رویہ یہ ہے کہ ہمیں ہر رائے کو قرآن وسنت کی روشنی میں پرکھ کر دیکھنا چاہیے کہ وہ فی الواقع ان کے مطابق ہے یا مطابق نہیں ہے۔

اب جہاں تک پہلے استدلال کا تعلق ہے تو اس طرح کے معاملات میں قرآن مجید کی نہایت واضح ہدایت موجود ہے جسے ہمیں ہر حال میں ملحوظ رکھنا چاہیے۔

عہد رسالت میں فتنہ پرداز لوگ جھوٹی افواہیں پھیلا دیتے تھے، جس پر بعض اوقات لوگوں میں یقینی و بے یقینی کی کیفیت پیدا ہو جاتی۔ قرآن مجید نے اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے بڑی واضح رہنمائی فرمائی کہ اس طرح کے موقع پر کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ ارشاد فرمایا:

وَاِذَا جَآءَهُمۡ اَمۡرٌ مِّنَ الۡاَمۡنِ اَوِ الۡخَوۡفِ اَذَاعُوۡا بِهٖ وَلَوۡ رَدُّوۡهُ اِلَى الرَّسُوۡلِ وَاِلٰٓى اُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ الَّذِيۡنَ يَسۡتَنۡۢبِطُوۡنَهٗ مِنۡهُمۡ. (النساء۴:۸۳)

''اور جب ان کو کوئی بات امن یا خطرے کی پہنچتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں اور اگر یہ اس کو رسول اور اپنے اولوالامر کے سامنے پیش کرتے تو جو لوگ ان میں سے بات کی تہ کو پہنچنے والے ہیں، وہ اس کو اچھی طرح سمجھ لیتے۔''

بہ الفاظ دیگر قرآن نے بڑی وضاحت سے اس طرح کے معاملات کے لیے ہدایت فرما دی ہے کہ اگر معاشرے کے کسی اجتماعی مسئلے کے بارے میں طرح طرح کی معلومات پھیل رہی ہوں تو حکمرانوں کے ذریعے سے اس مسئلے کے ماہرین سے تصدیق حاصل کر لی جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اصل حقیقت کیا ہے۔

پولیو ویکسینیشن سے متعلق خدشات میں بھی بالکل اسی طرح ہونا چاہیے کہ اس مہم کے حوالے سے معاشرے میں پھیلی سازش کی بات کے بارے میں ماہرین سے تصدیق حاصل کی جائے۔

چنانچہ اس سلسلے میں حکومت پاکستان کی جانب سے اس شعبے کے ماہرین کی ایک ٹیم مقرر کی جائے جو پولیو کی جعلی ویکسینیشن کے حوالے سے تحقیق کرے۔ عوام کے کامل اطمینان اور پوری طرح اعتماد کے لیے اس انکوئری ٹیم میں کم از کم ایک مذہبی نمایندے کو بھی شامل ہونا چاہیے۔

اس اقدام کے حوالے سے حکومت کو عوام پر یہ واضح کر دینا چاہیے کہ یہ عمل قرآن مجید کی ہدایت پر کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں جو قانون بنایا جائے، اس پر لوگوں کو اعتماد کرنا ہوگا اور وہ اس کے فیصلے کے پابند ہوں گے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جہاں تک دوسرے استدلال کا تعلق ہے کہ اس دنیا میں ہمارے لیے مشکلات ہیں جن کا ہمیں ہر حال میں سامنا کرنا ہے۔ اور یہ مشکلات درحقیقت ہمارے اخروی فائدے کے لیے ہیں، اس لیے ہمیں انھیں جھیلتے ہوئے کسی قسم کی آسانی یا بچاؤ میں نہیں پڑنا چاہیے۔ یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ مشکلات اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں، جن کا ہمیں سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن اللہ ہم سے یہ توقع رکھتا ہے کہ ہم جس حد تک ممکن ہو، اپنی حفاظت اور اپنی آسانی کے لیے اقدامات کریں۔ اسی طرح کے ایک موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کو جس نے اپنے اونٹ کو نکیل اس وجہ سے نہیں ڈالی کہ اس نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑا، یہ فرمایا تھا کہ پہلے تم نکیل ڈالو پھر اللہ پر معاملہ چھوڑو۔

قرآن اس حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ اللہ نے قدرت میں ایسے عناصر کا بندوبست کیا ہے جو بیماریوں سے بچا سکیں۔ اس لیے پولیو اگر انسانی صحت کے لیے ایک خطرہ ہے تو اللہ کی منشا یہی ہے کہ ہمیں اس سے بچاؤ کے لیے ان تمام سائنسی ایجادات سے فائدہ اٹھانا چاہیے جو انسانوں نے پولیو سے بچنے کے لیے کی ہیں۔

مزید یہ کہ قرآن مجید مسلمانوں کو اولوالامر، یعنی حکمرانوں کی اطاعت کا پابند کرتا ہے۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ. (النساء ۴:۵۹) ”اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر کی۔“

کسی شخص کو یہ اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ ایسی کسی مہم کو روکے جس کو حکومت پارلیمنٹ سے منظور ہونے کے بعد نافذ کر چکی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پارلیمنٹ باہمی مشاورت کے بعد قانون سازی کرتی ہے اور یہ اسلام کے اصول کے عین مطابق ہے[1] اور حکمران ان فیصلوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی بنیاد پر نافذ کرتے ہیں[2]۔

مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے ان دونوں احکام پر عمل کریں۔ تاہم، اگر وہ حکومت کے کسی فیصلے پر تحفظات رکھتے ہوں تو وہ انھیں پارلیمنٹ کے سامنے رکھیں اور انھیں قائل کریں یا پھر وہ عدلیہ کا سہارا لیں۔ اس طرح کے موقعوں کے لیے سورۂ نساء کی اسی آیت کا دوسرا حصہ رہنمائی دیتا ہے، یعنی اگر کسی امر میں تمھارے درمیان اختلاف راے ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔

۱؎ الشوریٰ ۴۲:۳۸۔ ’وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَهُمۡ‘ (اور ان کا نظام باہمی مشورے پر مبنی ہے)۔

۲؎ النساء ۴:۵۹۔ ’یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا‘ (اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر کی۔ پس اگر کسی امر میں تمھارے درمیان اختلاف راے واقع ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ طریقہ بہتر اور بہ اعتبار مآل اچھا ہے)۔

مذہبی معاملات میں اندھی تقلید کے رجحان کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک ریاست کے اندر کئی چھوٹی ریاستیں بن جاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام ان معاملات میں حکومت کی بات ماننے کے بجاے اپنے رہنما کی بات ماننے کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اس طرح کی باتوں میں حکومت کو دخل اندازی ہی نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بارے میں اللہ اور اس کا رسول پہلے ہی فیصلہ دے چکے ہیں۔

مسئلے کا صحیح حل یہ ہے کہ ریاست کے تمام شہریوں پر ریاست اپنے اختیار کے مطابق فیصلہ نافذ کرے۔ پولیو کی ویکسینیشن کے معاملے میں بھی حکومت جو بھی فیصلہ کرے، لوگ اس کی پابندی کریں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

امین احسن اصلاحی

غلاف کعبہ کی شرعی حیثیت اور اس کی تعظیم کے حدود

سوال: غلاف کعبہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کی تعظیم و احترام کے حدود کیا ہیں؟ اس کی زیارت اور اس کے جلوس وغیرہ کے لیے حال ہی میں بعض جماعتوں کی طرف سے جو غیر معمولی اہتمام کیا گیا ہے، اس کے متعلق کتاب و سنت کی روشنی میں کیا رائے ہے؟ یہ سنت ہے یا بدعت؟ اگر بدعت ہے تو کیا دین میں اس کے گوارا کیے جانے کے لیے کوئی گنجایش ہے یا یہ محض ایک بدعت ضلالت ہے؟ عوام کی طرف سے غلاف کے لیے جس نوعیت کا اظہار عقیدت کیا گیا ہے، جس کی تفصیلات اخبارات میں چھپی ہیں، کیا غلاف کعبہ کے لیے اس طرح اظہار عقیدت جائز ہے یا یہ باتیں شرک و بدعت کے حکم میں داخل ہیں؟ اگر یہ باتیں شرک و بدعت کے حکم میں داخل ہیں تو ان کی ذمہ داری کن لوگوں پر ہے، عوام پر یا غلاف کعبہ کے جلوس اور اس کی زیارت کے لیے اہتمام کرنے والوں پر؟

جواب: غلاف کعبہ سے متعلق سب سے پہلی بات تو یہ یاد رکھنے کی ہے کہ یہ شعائر اللہ میں داخل نہیں ہے۔ جس کسی کو بھی یہ مغالطہ ہوا ہے کہ یہ شعائر اللہ میں سے کوئی شعیرہ ہے، اس کو یہ مغالطہ اگر دیدہ و دانستہ نہیں لاحق ہوا ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ یہ محض دین اور شعائر دین سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ اسلام میں کسی چیز کو شعیرہ قرار دینے کا حق ہر ایرے غیرے کو نہیں ہے، بلکہ صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ اللہ اور اس کے رسول نے جن چیزوں کو شعائر کی حیثیت دی ہے، ان کا ذکر قرآن میں بھی ہے اور حدیث میں بھی۔ مجھے کہیں ان کی فہرست میں غلاف کعبہ کا ذکر نہیں ملا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور بعد کے علما میں سے بھی کسی کے متعلق مجھے معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ انھوں نے اس کو شعائر میں سے شمار کیا ہو۔

اس کی تاریخ آغاز سے متعلق جو مواد موجود ہے، اس سے قابل اعتماد بات جو معلوم ہوتی ہے، وہ یہی ہے کہ بیت اللہ کو غلاف پہنانے کا رواج زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے ہاتھوں ہوا۔ حضرت ابراہیم یا حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کی طرف اس کی نسبت محض ایک بے تحقیق بات ہے۔ اس کی کوئی قابل ذکر سند موجود نہیں ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات منقول ہے، اس سے بھی یہی واضح ہے کہ غلاف کعبہ کو آپ نے حضرت ابراہیم یا حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کی سنت کی حیثیت سے اختیار نہیں فرمایا، بلکہ زمانۂ قبل از اسلام کی ایک ایسی یادگار کی حیثیت سے باقی رکھنا پسند فرمایا جس میں کسی خاص دینی ضرر کا کوئی پہلو نہ تھا۔ غلاف پہنانے سے اصل مقصود کعبہ کا احترام تھا، نہ کہ غلاف کا۔ غلاف کے احترام کے معاملہ میں تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور تک صورت حال یہ رہی کہ پرانے غلاف جو اتارے جاتے عام لوگوں میں ان کے ٹکڑے بیچ یا تقسیم کر دیے جاتے اور لوگ بلا کسی خاص امتیاز کے عورتیں، مرد اور بچے عام کپڑوں ہی کی طرح ان کو استعمال کرتے۔

اس وجہ سے یہ خیال بالکل ہی بے بنیاد ہے کہ غلاف کعبہ شعائر اللہ میں سے ہے اور اس کی تعظیم بحیثیت ایک شعیرہ کے ضروری ہے۔ بس زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جا سکتی ہے، وہ یہ ہے کہ عربوں نے بیت اللہ کے احترام کے پیش نظر یہ رسم اختیار کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی پہلو سے اس کو باقی رکھنا پسند فرمایا۔ اس کے اختیار کرنے میں احترام خانہ کعبہ مدنظر تھا، نہ کہ احترام غلاف۔

شعائر اللہ سے متعلق یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ ان کی دین میں بڑی اہمیت وعظمت ہے، اس وجہ سے ہر چیز کا یہ درجہ نہیں ہوا کرتا کہ اس کو ایک شعیرہ کا مقام دے دیا جائے۔ شعیرہ اس چیز کو کہتے ہیں جو دین کی کسی اہم معنوی حقیقت کا مظہر اور نشان (symbol) ہو۔ اس طرح کے نشانات مقرر کرنے کا حق ہما شما کو نہیں، بلکہ صرف اللہ اور اس کے رسول کو ہے۔ ان کی تعظیم کے طریقے بھی اللہ اور رسول ہی نے بتائے ہیں۔ کسی دوسرے کو یہ حق نہیں ہے کہ اپنے جی سے ان کی تعظیم کے طریقے ایجاد کرے، ورنہ اس سے دین میں بڑے فتنے پیدا ہو سکتے ہیں۔ تفسیر ''تدبر قرآن'' میں 'اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ' کے تحت ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے، قارئین اس پر ایک نظر ڈال لیں۔ اس سے ان کی اہمیت کا بھی اندازہ ہو سکے گا اور یہ حقیقت بھی واضح ہو گی کہ اگر ہر شخص من مانے طور پر جس چیز کو چاہے شعائر اللہ کا درجہ دے کر لوگوں سے اس کی تعظیم کرانے لگے تو اس سے شرک و بدعت کے کیسے وسیع دروازے کھل سکتے ہیں۔ اس وجہ سے ہماری رائے تو اس باب میں یہ ہے کہ غلاف کعبہ کی زیارت اور اس کے مظاہرہ وجلوس کی باتیں تو الگ رہیں، اس کو شعائر دین میں داخل کرنا ہی بجائے خود ایک بدعت ہے۔ اس بات کو یاد رکھیے کہ دین میں غلو بھی بدعت کا ایک دروازہ ہے۔ اگر ایک چیز کا وزن دین میں چھٹانک ہے تو بس اسی حد پر اس کو رہنے دیجیے۔ اگر آپ

نے اس چھٹانک کو سیر بھر کر دینے کی کوشش کی تو آپ بدعت کا دروازہ کھول دیں گے۔ ادیان کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والا کون شخص اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ اس قسم کے غلو نے شرک و بدعت کے جو دروازے کھولے ہیں، شاید ہی کسی دوسری چیز نے کھولے ہوں۔

بہرحال، میرے اپنے علم کے حد تک تو غلاف کعبہ شعائر اللہ میں سے نہیں ہے، اس وجہ سے میں بجائے خود اسی بات کو دین میں ایک اضافہ یا بدعت سمجھتا ہوں کہ اس کو شعائر اللہ میں داخل کر دیا جائے۔ لیکن چلیے چھوڑیے اس قصہ کو، میں نے تھوڑی دیر کے لیے یہ مان لیا کہ یہ شعائر اللہ میں داخل ہے، اور بہ حکم 'مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ*' اس کی تعظیم ہر مسلمان پر واجب ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ شعائر اللہ کی تعظیم کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کچھ حدود و قیود مقرر ہیں یا اس باب میں ہمیں پوری چھوٹ حاصل ہے کہ ہم ان کی تعظیم اور ان کے احترام کے نام پر جو کچھ چاہیں، کر گزریں۔ جہاں تک میں نے قرآن و حدیث سے سمجھا ہے، وہ تو یہ ہے کہ جس طرح شعائر اللہ، اللہ اور رسول کے مقرر کردہ ہیں، اسی طرح ان کی تعظیم اور ان کے احترام کے آداب و شرائط بھی اللہ اور رسول ہی کے مقرر کردہ ہیں۔ اور ہمارے لیے، اگر ہم حدود دین کے اندر رہنا چاہتے ہیں، کسی حال میں بھی یہ جائز نہیں ہے کہ ہم ان آداب و شرائط سے متجاوز ہو کر ان کی تعظیم اور ان کے احترام کی نت نئی شکلیں ایجاد کریں اور ان کو شرعی حیثیت دے کر نہ صرف یہ کہ خود ان پر عمل پیرا ہوں، بلکہ دوسروں کے لیے بھی ان کو موجب سعادت دارین قرار دیں۔

میں اس حقیقت کی وضاحت ایک مثال سے کرتا ہوں۔ غلاف کعبہ کو تو آج شعائر الٰہی میں داخل کیا گیا ہے، میں ایک ایسے شعیرہ کو لیتا ہوں جو حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کے وقت سے اہم ترین شعائر دین میں داخل ہے، جس کے شعائر دین میں سے ہونے پر کتاب و سنت، دونوں ناطق ہیں اور جس کے بارے میں پوری امت کا اجماع ثابت ہے۔ میرا اشارہ ہدی و نیاز کے ان جانوروں کی طرف ہے جو خدا کے گھر کے لیے لے جائے جائیں۔ فرض کیجیے کہ آپ کے شہر سے کچھ جانور اس مقصد سے مکہ روانہ کیے جاتے ہیں۔ کیا ان کے احترام کے نام پر ہمارے لیے یہ بات جائز ہوگی کہ پہلے ہم حضوری باغ میں سارے شہر کے مردوں اور عورتوں کے لیے ان کی زیارت کا اہتمام کریں، پھر شاہی مسجد سے علما، قاریوں، نعت خوانوں، موٹروں اور گاڑیوں کے جلو میں ان کا جلوس نکالیں، عوام کو ہدایت کریں کہ لوگ باوضو کلمہ پڑھتے ہوئے اور نعرۂ تکبیر لگاتے ہوئے اس جلوس کے ساتھ ساتھ چلیں، دکان داروں کو تلقین کریں کہ وہ اس جلوس پر گلاب پاشی اور عطر پاشی کریں۔ حکومت کو آمادہ کریں کہ وہ اپنے دفاتر و مدارس بند کر کے لوگوں کے لیے اس جلوس سعادت میں شریک ہونے کا موقع بہم پہنچائے اور ہوائی جہازوں سے ان جانوروں پر

* الحج ۲۲: ۳۲۔ ''جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یاد رکھے کہ یہ چیز دل کے تقویٰ سے تعلق رکھنے والی ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

گل باری کرے، ریلوے کے محکمہ سے مطالبہ کریں کہ وہ مخصوص ڈبے تیار کر کے کراچی سے پشاور اور پشاور سے ڈھاکہ تک شہر شہر میں ان مقدس شعائر کی عوام کو زیارت کرائے؟

ممکن ہے دنیا کے کسی دین میں یہ باتیں جائز ہوں، لیکن جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، اس میں تو احترام شعائر الٰہی کی ان شکلوں کے جواز کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس وجہ سے میں تو اپنے آپ کو یہ کہنے پر مجبور پاتا ہوں کہ جس طرح غلاف کعبہ کا شعائر اللہ میں داخل کرنا بدعت ہے، اسی طرح اس کے احترام و تعظیم کی وہ شکلیں بھی تمام تر بدعت ہیں جو یہاں اختیار کی گئیں۔

تعظیم شعائر الٰہی کے ان نئے علم برداروں نے اپنے پمفلٹ میں شرک و توحید کا یہ نیا فلسفہ جو پیش کیا ہے کہ جو خانہ کعبہ سے باہر شرک ہے، وہ اس کے اندر جا کر توحید بن جاتا ہے، میرے نزدیک یہ بھی دین میں ایک بہت بڑا فتنہ ہے۔ اگر فی الواقع بات یہی ہوتی تو ان تین سو ساٹھ بتوں کو خانہ کعبہ سے بیک بینی و دو گوش باہر نہ نکلنا پڑتا جن کو عرب جاہلیت نے خانہ کعبہ کے اندر لا گھسایا تھا، بلکہ وہ بھی اس فلسفہ کی اکسیر سے اجزائے توحید و ایمان بن گئے ہوتے۔ لیکن ہوا یہ کہ اسلام نے اپنی 'جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ' کی خارا شگاف گرز سے ان کو اس طرح پاش پاش کر دیا کہ ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ میرے نزدیک یہ فلسفہ ان کے ''حکمت عملی'' کے فلسفہ سے بھی زیادہ گمراہ کن ہے، لیکن میں اس وقت اس پر کوئی بحث کرنا نہیں چاہتا، اس لیے کہ یہاں جو کچھ ہوا وہ تو اندر کا معاملہ نہیں، بلکہ باہر کا معاملہ ہے۔ میں حیران ہوں کہ باہر کا یہ شرک اندر پہنچنے سے پہلے ہی کس طرح توحید بن گیا۔

اوپر میں نے جن باتوں کا ذکر کیا ہے، ان کی ذمہ داری تو براہ راست ان حضرات ہی پر عائد ہونی چاہیے جنھوں نے اسلام میں اس نئی تعزیہ داری کے لیے یہ کچھ اہتمام کیا اور اس کو باضابطہ اپنے اقامت دین کے پروگرام میں شامل کر کے پاکستان کے ہر حصہ میں اس کی سربراہی کی۔ رہی وہ باتیں جو عوام نے کیں تو ان کے لیے عوام کو قصوروار ٹھیرانا ہمارے نزدیک ان حضرات کی بڑی زیادتی ہے۔ ہم تو عربی کی اس مشہور ضرب المثل کے قائل ہیں کہ ''جب صاحب خانہ طبلہ بجانا شروع کر دے تو گھر کے بچوں کو ناچنے اور گانے پر ملامت نہ کرو''۔ جب دین میں اتنی بدعتیں دین کے علم برداروں نے داخل کر دیں تو آخر عوام اس میں حصہ لینے کی سعادت سے کیوں محروم رہتے، انھوں نے بھی جو کچھ سمجھ میں آیا کیا۔ جو قوم مزارات اور قبروں کے آگے سجدے کرتی، منتیں مانگتی، دعائیں اور فریادیں کرتی ہے، اگر آپ نے اس دھوم دھام، اس تزک و احتشام اور اس تقدیس و احترام کے ساتھ اس کو غلاف کعبہ کی زیارت کرائی تو اس کی محرومی و بدبختی ہی تھی اگر وہ یہ کچھ نہ کرتی جو اس نے کیا۔ ہمیں تو اس بات پر ذرا بھی حیرانی نہیں ہے کہ لوگوں نے غلاف کعبہ کی گاڑی کو بوسے دیے اور اس کو سجدے کیے، اس پر پھینکے ہوئے پھولوں کی پنکھڑیوں کو تبرک اور ذریعۂ شفا

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

سمجھ کر حرز جاں بنایا، اس سے عورتوں نے اپنے برقعے اور مردوں نے اپنی چادریں چھو کر برکت اور صحت حاصل کی، اس سے بیماروں نے تندرستی، بے اولادوں نے اولاد اور ضرورت مندوں نے اپنی ضرورت مانگی، بلکہ ہمیں تو اس بات پر بھی ذرا تعجب نہیں ہوا کہ لاہور میں غلاف کعبہ کو داتا دربار میں پیش کر کے اس کی تقدیس کو دوچند کیا گیا، اور بعض شہروں میں اس کا باقاعدہ طواف ہوا۔ اسی طرح ہمیں نذرانے پیش کرنے پر بھی کوئی حیرانی نہیں۔ البتہ حیرانی ہے تو اس بات پر ہے کہ نذرانے کی رقم صرف پانچ ہزار ہی تک کیوں پہنچی۔ جو دریا دل قوم لاکھوں روپے مزاروں اور قبروں کے مجاوروں کے قدموں میں ڈال دیتی ہے، آخر وہ غلاف کعبہ کے مجاوروں کا حق ادا کرنے میں اپنی دریادلی کیوں بھول گئی۔

غرض ان باتوں میں سے ہمیں کسی بات پر کوئی حیرانی نہیں ہے۔ یہ جو کچھ ہوا ہر عقل مند آدمی کو معلوم تھا کہ اس پردہ کے پیچھے یہی کچھ ہو سکتا ہے اور یہی کچھ ہوگا، صرف ابلہ یا خود غرض ہی اس سے کچھ الگ اندازہ کر سکتے تھے، البتہ ایک بات پر ہمیں حیرانی ضرور ہے کہ ان حضرات نے پہلے تو بڑی شیوا بیانی اور بڑی رطب اللسانی کے ساتھ عوام کے اس جوش عقیدت، اس رکوع و سجود، اس تقبیل و استلام اور اس دعا و استرحام کی تفصیلات خود اپنے اخبارات میں چھاپیں اور خلق کو ڈاکٹر اقبال کے الفاظ میں یہ بشارت سنائی کہ

''ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی''

اور اس نمی کو فراہم کرنے کا سارا کریڈٹ یہ حضرات بلا شرکت غیرے خود ہی سمیٹ لینے کے لیے بے قرار نظر آتے تھے، لیکن اب معلوم نہیں کیا حادثہ پیش آیا ہے کہ اپنی فراہم کردہ نمی کی اپجائی ہوئی فصل کو کاٹنے اور سمیٹنے کے لیے ان حضرات کے اندر وہ پہلا سا جوش و خروش نظر نہیں آ رہا ہے، بلکہ یہ اس کی ساری ذمہ داری غریب عوام پر ڈال رہے ہیں، حالاں کہ اب یہی موقع آگے بڑھ کر حوصلہ کے ساتھ کام کرنے اور کھتے بھرنے کا تھا۔

ہر زمین ہر چیز کی کاشت کے لیے موزوں نہیں ہوا کرتی۔ ایک زمانہ تک تو ہمارے یہ احباب اس زمین میں توحید کی کاشت کے لیے جدوجہد کرتے رہے، لیکن تجربہ نے ان کو بتایا کہ اس سنبل کی کاشت کے لیے یہ زمین شور ہے، البتہ غلاف کعبہ کی برکت سے ان دوستوں پر اس زمین کی نئی صلاحیتوں کا انکشاف ہوا ہے۔ اب دیکھیے شرک و بدعت کی فصل اگانے اور بڑھانے میں ان کا رول کیا رہتا ہے۔ اس میدان کے دوسرے حریفوں کا ریکارڈ توڑتے ہیں یا اس میں بھی پھسڈی ثابت ہو کر 'خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ' کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔

(تفہیم دین ۵۶-۶۱)

رضوان اللہ

حروف مقطعات پر تشدید

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سوال: 'الٓمّٓ'، سورۂ بقرہ کے آغاز میں آنے والے حروف مقطعات ہیں۔ اس پر لکھی ہوئی تشدید کے بارے میں چند سوالات ذہن میں خلجان پیدا کرتے ہیں:

۱۔ کیا یہ تشدید محض تزیین کے لیے ہے؟

۲۔ ایسا نہیں ہے تو پھر اس کو ہم لوگ پڑھتے کیوں نہیں ہیں؟

۳۔ اگر اسے پڑھنا مطلوب نہیں ہے تو پھر اس کو لکھ دینا، کیا یہ غلط نہیں ہے؟

۴۔ اگر اس کا لکھنا صحیح اور ضروری ہے تو جن مصاحف قرآنی میں اسے نہیں لکھا گیا تو کیا وہ سب غلط ہیں؟

۵۔ اور اگر یہ دونوں غلط ہیں تو علما کی طرف سے اس پر نقد کیوں نہیں کیا گیا؟ (محمد سلمان، دہلی، انڈیا)

جواب: حروف کے بارے میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ یہ لکھنے میں تو صرف ایک حرف ہوتے ہیں، مگر ان کو پڑھا جائے تو یہ ایک سے زائد حروف کی آواز دیتے ہیں۔ جیسے 'الم' میں 'ا' کو 'الف'، 'ل' کو 'لام' اور 'م' کو 'میم' پڑھا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو 'الٓمّٓ' کے اوپر آنے والی تشدید اصل میں 'لام' کے آخری حرف اور 'میم' کے پہلے حرف کے اکٹھا ہو جانے کی وجہ سے آئی ہے۔ چنانچہ یہ بالکل صحیح لکھی گئی ہے اور ہم میں سے ہر کوئی اس کو پڑھتا بھی ہے۔ رہا دوسرے مصاحف کا معاملہ کہ جن میں اس کی املا نہیں کی گئی تو وہ بھی غلط نہیں ہے۔ اسے وہاں اس اعتماد پر نہیں لکھا گیا کہ پڑھنے والے اس کو سمجھتے ہیں اور اگر نہ بھی سمجھیں تو تلاوت کرتے ہوئے اس کو ادا ضرور کر دیتے ہیں۔

(رضوان اللہ)

خیال و خامہ

جاوید احمد غامدی

○

مہ و ستارہ کی گردش ہے پھر جنوں آمیز
یہ کس نے اشہب دوراں کو پھر کیا مہمیز

کسی کے عارض و گیسو کو چھو کے آئی ہے
ہواے شہر کہ ہونے لگی نشاط انگیز

نہ بادہ خوار سلامت یہاں، نہ جام و سبو
یہ مے کدہ ہے کہ ساقی کا غمزۂ خوں ریز

ترا پیام نہ ہو تو 'الست' کافی ہے
کہ لوح قلب پہ لکھی ہے اُس کی دستاویز

مرے حساب کو شاید حضور بھی دیکھیں
یہی خیال ہے اہل نظر کی رستاخیز

زباں پہ مدح عمر ہے تو کیا کہ رکھتے ہیں
دلوں میں ہم بھی تمناے عشرت پرویز

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

نہ ہو نفاق تو الحاد پھر غنیمت ہے
اگرچہ اُس کو بھی ہے علم و عقل سے پرہیز

ترا کرم ہے کہ لایا ہے برگ و بار آخر
مرا نخیل کہ ہے باغ میں ابھی نوخیز

وہ قوم اپنے زمانے سے فیض کیا پاتی
سبق ملا ہے یہ جس کو تو با زمانہ ستیز

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org